ماہنامہ

مظاہر علوم

سہارنپور



دفتر ماہنامہ مظاہر علوم سہارنپور (یوپی)

جامعہ مظاہر علوم کا ترجمان

ماہنامہ

مظاہر علوم

سہارنپور

نگران

حضرت مولانا سید محمد شاہد صاحب مدظلہ امین عام جامعہ ہذا

جلد ۲۵

مدیر مسئول

حضرت مولانا سید محمد سلمان صاحب مدظلہ ناظم جامعہ ہذا

شمارہ ۱۰

مدیر تحریر

مولانا عبد اللہ خالد قاسمی خیرآبادی

جمادی اول ۱۴۴۱ھ

جنوری ۲۰۲۰ء

مجلس ادارت

- مولانا محمد ساجد حسن صاحب مظاہری
- مولانا محمد خالد سعید صاحب اعظمی
- مولانا مفتی شعیب احمد صاحب بستوی
- مولانا مفتی بشیر احمد صاحب سہارنپوری

موبائل فون نمبر 8923235542

زر تعاون

فی شمارہ ــــــ ۱۵/روپے

سالانہ زرتعاون ــــــ ۱۵۰روپے

بیرون ملک سالانہ ــــــ ۲۵ڈالر

ترسیل زر کا پتہ

دفتر ماہنامہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۴۷۰۰۱ (یوپی)

MAZAHIR ULOOM MONTHLY MAGAZINE
SAHARANPUR 247001(U.P.) INDIA
Ph: 0132-2655542
Email-jamiamazahir@gmail.com

اس شمارے میں

○ دائرہ کا سرخ نشان آپ کی مدت خریداری ختم ہونے کی علامت ہے، آئندہ کے لیے رقم ارسال فرمائیں۔

☆ شائع شدہ مضامین سے ادارہ کا متفق ہونا ضروری نہیں۔

☆ جواب طلب امور کے لیے لفافہ اور خریداری نمبر کا حوالہ دینا ضروری ہے۔

☆ ماہنامہ، انگریزی ماہ کی ۲/ تاریخ کو حوالہ ڈاک کر دیا جاتا ہے۔ ۱۰/ تاریخ تک موصول نہ ہونے پر مطلع فرمائیں۔

نوائے سحر

ظاہری تدابیر کے ساتھ ساتھ.........

عبداللہ خالد قاسمی خیرآبادی

یہ ایک تاریخی حقیقت ہے کہ ہندوستان جیسے عظیم ملک کو سجانے سنوارنے اور دشمن طاقتوں سے اس ملک کو آزاد کرانے میں دیگر برادران وطن کے ساتھ مدارس اسلامیہ اور اس کے باکردار جیالوں نے بڑا اہم رول ادا کیا ہے، جنگ آزادی سے لے کر آج تک مدارس اسلامیہ نے اپنے اس کردار کو ہمیشہ بحال رکھ کر ملک پر آنے والی ہر افتاد کا صحیح حل پیش کر کے ملک کو ترقی کی راہ پر ہمیشہ گامزن رکھا ہے۔

ابھی حال ہی میں منظور شدہ ''سٹیزن شپ امینڈ منٹ ایکٹ'' (CAA) کے خلاف پورے ملک میں امن پسند اور قانون ہند کا پاس ولحاظ رکھنے والے سنجیدہ اور سیکولر ہندوستانیوں کی طرف سے احتجاج چل رہا ہے، چونکہ یہ بل آئین ہند کی روح کے سراسر منافی ہے اور اس کے لاگو کرنے میں ایک مخصوص ہندوستانی طبقہ کی بالا دستی پیش نظر ہے، جو کہ ہندوستانیوں کے ساتھ عدم مساوات کا آئینہ دار ہے جبکہ آئین ہند کی دفعہ ۱۴، ۱۵، اس بات کا پابند بناتی ہے کہ کسی بھی ہندوستانی کے ساتھ عدم مساوات کا سلوک نہ کیا جائے، ذات پات، اور نسل وعقیدے کی بنیاد پر کسی بھی شخص کے ساتھ کسی طرح کا کوئی امتیاز نہ برتا جائے، اس اعتبار سے یہ قانون دستور کے بنیادی ڈھانچہ کے خلاف ہے، اس آئین مخالف سیاہ قانون سے ملک کی قومی یکجہتی خطرے میں پڑتی نظر آرہی ہے، ملک کی اقتصادی حالت اس وقت کتنی ناگفتہ ہے، یہ کوئی ڈھکی چھپی بات نہیں ہے، موجودہ مرکزی حکومت لوک سبھا میں اپنی اکثریت کے نشے میں ہندوستان کے جمہوری دستور کے ساتھ مسلسل کھلواڑ کر رہی ہے اور ملک کو ترقی کی راہ سے ہٹانے کی مذموم کوشش کر رہی ہے۔

اس نازک موقع پر پورے ملک میں جو پُرامن احتجاج ہورہے ہیں، دستور وآئین کی رُو سے وہ بالکل ہونے چاہئیں، ہر ہندوستانی کو قانونی اور آئینی طور پر یہ حق حاصل ہے کہ امن و امان کی بحالی کی خاطر اور ملک کی ترقی کے پیش نظر اپنی بات حکومت کے سامنے رکھے اور اس کے لئے قانونی دائرہ میں رہ کر اپنی آواز بلند کرے، لیکن یہ بات یادرہے کہ سرکاری اور عوامی املاک کو برباد کرنا، توڑ پھوڑ کرنا یہ سب مذموم حرکت ہے، اس سے بچنا ضروری ہے۔

عربی زبان کا ایک مشہور مقولہ ہے ''لکل فن رجال'' کہ ہر کام کی انجام دہی کے لئے اس کے مناسب افراد ہوتے ہیں، وہی لوگ جب اس کو انجام دیتے ہیں تو منزل ملتی ہے اور کامیابی ہاتھ آتی ہے۔

پورے ملک میں جو احتجاج ہورہے ہیں ظاہر سی بات ہے کہ اس کے لئے مناسب افراد اور مخصوص حضرات ہی کی جدو جہد اور سعی و کوشش کارآمد اور پائیدار ہوگی، اس موقع پر بعض حضرات کو یہ شکوہ اور شکایت ہے کہ ارباب مدارس اس مسئلے میں سڑکوں پر نہیں آئے، وہ اپنے حجروں اور درسگاہوں میں ہی محبوس رہے۔

اسلام کے اولین دور میں جب کہ اسلام اور کفر کا آمنے سامنے کا مقابلہ تھا، حالات اُس وقت آج کے حالات سے زیادہ خراب تھے، لیکن پھر بھی یہ حکم قرآنی موجود ہے کہ ''وَلْتَكُنْ مِنْكُمْ اُمَّةٌ يَدْعُوْنَ اِلَى الْخَيْرِ وَيَأْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ جس کا خلاصہ یہ ہے کہ امت میں ہمیشہ ایک ایسی جماعت موجود ہونی چاہئے جو لوگوں کو خیر کی باتوں کی جانب متوجہ کرتی رہے، اللہ کے احکامات لوگوں کو بتاتی رہے۔

مدارس دینیہ کا قیام اسی قرآنی دستور پر ہوا ہے اور ہر زمانے میں مدارس کے علماء و طلبہ نے یہ کام بخوبی انجام دیئے ہیں۔

موجودہ وقت میں اگر ان احتجاجوں اور ریلیوں میں مدارس کے علماء وطلبہ نے حصہ

لے لیا ،اورسڑکوں پر نکل آئے تو ہندوستان کی فرقہ پرست جماعتیں اس کو خالص مذہبی رنگ دے کر ہندو بنام مسلم مسئلہ بنا دیتیں اوراس کی تاثیر میں بہت بڑا فرق پڑ جاتا ،اس وقت ضرورت اس بات کی ہے کہ اسے کوئی مذہبی مسئلہ نہ بنایا جائے ، بلکہ ہندوستان کے سیکولرمزاج رکھنے والےلوگوں کےساتھ مل کراس احتجاج کواورزیادہ مؤثر بنایا جائے۔

احتجاج کی موجودہ شکل جمہوری ملک میں بڑی مؤثراورکارگرہوتی رہی ہے،اس کی کئی مثالیں بھی دی جاسکتی ہیں ،لیکن اسی کے ساتھ یہ بھی ایک مسلمان کو یادرکھنا چاہئے کہ مَا اَصَابَ مِنْ مُصِیْبَۃٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰہِ کہ جوبھی ناگہانی پیش آتی ہے وہ من جانب اللہ ہوتی ہےاس لئے ایسے وقت میں ظاہری تدابیر کے ساتھ ساتھ اللہ سے اپنا معاملہ درست کرنا ،ایمانی وروحانی رشتہ کومضبوط کرنااوربھی ضروری ہے، کیونکہ آگے فریا گیاوَ مَنْ یُّؤْمِنْ بِاللّٰہِ یَھْدِ قَلْبَہٗ کہ جولوگ اللہ کی ذات پر کامل ایمان رکھتے ہیں اللہ تعالی ان کی رہنمائی فرماتے ہیں یعنی کشائش کی راہیں ہموارکردیتے ہیں۔

ملک میں موجودہ جوصورت حال ہے ایسے ہی ایک موقع پرحضرت مولانا شاہ ابرالحق ہردوئیؒ نےفرمایاتھا:

محترم حضرات!موجودہ حالات سےہم سب ہی واقف ہیں اورروز بروز نئے نئے فتنے ظاہرہورہے ہیں، نہ کوئی سکون ہے، نہ کہیں کوئی شخص یقین کےساتھ محفوظ ہے،آپ اورہم موجودہ مسائل پرمباحثہ تو کرتے ہیں لیکن پورے عالم میں امن وسلامتی ،حفاظت اورعافیت کے لئےعملی اعتبار سے غافل ہیں،اس کے لئے بزرگوں نے کچھ اعمال بتائے ہیں جنھیں ہر شخص آسانی سے کرسکتا ہے ،ان شاء اللہ اس کی برکت سے تمام مسائل ، پریشانیاں و مشکلات حل ہوجائیں گی (محی السنۃ حضرت شاہ ابرارالحق صاحبؒ،ہردوئی)

بعض اکابراوراللہ والوں کے کچھ مجربات ہیں جوامت پر پڑنے والی افتاد کے موقع

پر بڑی مؤثر ہوئی ہیں، مثال کے طور پر:

(۱) عمل اہم مقاصد میں کامیابی کے لئے

درود شریف سو مرتبہ یَا أَرْحَمَ الرَّاحِمِیْن ۵۰۰ مرتبہ، پھر درود شریف سو مرتبہ اس کے بعد مقاصد کے حصول کے لئے دعا کریں (حضرت مولانا محمد احمد صاحبؒ پرتاب گڑھی)

(۲) خاص ورد حَسْبُنَا اللّٰہُ وَ نِعْمَ الْوَکِیْل اول و آخر درود شریف گیارہ، گیارہ مرتبہ

برائے حفاظت از شرور و فتن۔ ۱۴۳۱ مرتبہ۔ برائے تکمیل خاص کام۔ ۱۱۱ مرتبہ

برائے کفالت از مصائب و پریشانی۔ ۱۴۱ مرتبہ۔ برائے برکتِ رزق۔ ۳۰۸ مرتبہ

از محی السنہ حضرت شاہ ابرار الحق صاحبؒ، ہردوئی تلقین فرمودہ حضرت شاہ عبد الغنی پھولپوریؒ

(۳) استغفار بسم اللہ الرحمن الرحیم أَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ الْعَظِیْمَ الَّذِیْ لَاْ إِلٰہَ إِلَّا هُوَ الْحَیُّ الْقَیُّوْمُ الَّذِیْ لَاْ یَمُوْتُ وَ أَتُوْبُ إِلَیْہِ اس استغفار کو ہر نماز کے بعد ۲۵ مرتبہ پڑھنے سے دین و دنیا کا بہت بڑا فائدہ ہوتا ہے (حضرت مولانا افتخار الحسن کاندھلویؒ)

(۴) **سورۂ نوح** تین یا اکیس مرتبہ ایک ہی مجلس میں چند اشخاص مل کر پڑھیں، دورانِ عمل بات چیت نہ کریں، ۲۱ دن تک پڑھیں، شروع و آخر میں ۷، ۷ مرتبہ درود شریف پڑھیں (حضرت مولانا افتخار الحسن کاندھلویؒ)

افسوس ہے کہ ایسے سخت ترین حالات میں بھی ہم اپنے نبیِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات سے غافل ہیں اور فضول و لایعنی کاموں میں قیمتی اوقات ضائع کررہے ہیں، اگر واقعۃً اسلام اور مسلمانوں سے بلکہ عام انسانوں سے ہمدردی ہے تو ان مفید تعلیمات کا پیغام ہر کسی کو پہونچانے کی کوشش فرمائیں، زیادہ سے زیادہ شائع کرکے اور اخبارات و رسائل کے ذریعہ جس طرح ممکن ہو تقسیم کریں۔

درسِ قرآن

لباس کیسا ہو؟

مولانا محمد ساجد حسن سہارنپوری استاذ حدیث وتفسیر جامعہ مظاہرعلوم سہارنپور

یَا بَنِیْ اٰدَمَ قَدْ اَنْزَلْنَا عَلَیْکُمْ لِبَاسًا یُّوَارِیْ سَوْآتِکُمْ وَرِیْشًا وَلِبَاسُ التَّقْوٰی ذٰلِکَ خَیْرٌ ذٰلِکَ مِنْ اٰیَاتِ اللّٰہِ لَعَلَّھُمْ یَذَّکَّرُوْنَ۔ یَا بَنِیْ اٰدَمَ لَا یَفْتِنَنَّکُمُ الشَّیْطَانُ کَمَا اَخْرَجَ اَبَوَیْکُمْ مِنَ الْجَنَّۃِ یَنْزِعُ عَنْھُمَا لِبَاسَھُمَا لِیُرِیَھُمَا سَوْآتِھِمَا اِنَّہٗ یَرَاکُمْ ھُوَ وَقَبِیْلُہٗ مِنْ حَیْثُ لَا تَرَوْنَھُمْ اِنَّا جَعَلْنَا الشَّیَاطِیْنَ اَوْلِیَآءَ لِلَّذِیْنَ لَا یُؤْمِنُوْنَ (الأعراف:۲۶-۲۷)

اے اولادِ آدم ہم نے تمہارے لئے لباس پیدا کیا جو کہ تمہارے پردہ دار، بدن کو چھپاتا ہے اور موجبِ زینت بھی ہے، اور تقوی کا لباس، اس سے بڑھ کر ہے، یہ اللہ تعالی کی نشانیوں میں سے ہے تاکہ یہ لوگ یاد رکھیں۔ اے اولادِ آدم! شیطان تم کو کسی خرابی میں نہ ڈال دے جیسا کہ تمہارے دادا، دادی کو جنت سے باہر کرادیا، ایسی حالت سے کہ ان کا لباس بھی ان سے اترواد یا تاکہ ان کے پردے کا بدن دکھلائی دینے لگے۔

شانِ نزول

زمانۂ جاہلیت میں قریش کے علاوہ، باقی لوگ ننگے طواف کرتے تھے، مرد حضرات دن میں اور عورتیں رات میں، اوراس کی وجہ یہ بیان کرتے تھے کہ جن کپڑوں میں ہم نے گناہ کئے ہیں ان کپڑوں میں بیت اللہ کا طواف کرنا ادب کے خلاف ہے لا نطوف في ثوبٍ عصینا اللهَ (البغوی ۱/۲۹۹)

اس پر اللہ تعالی نے یہ آیت نازل فرمائی کہ لباس کا استعمال کرو، ہم نے پردہ پوشی کے لئے لباس عطا کیا ہے۔

تشریح وتوضیح

اللہ تعالی نے تمام اولادِ آدم کو یہ بتایا کہ ہم نے انسان کو بہت سی نعمتوں سے نوازا ہے،

ان میں سے ایک بڑی نعمت لباس بھی ہے، پھر لباس کی قسمیں، فوائد اور مقاصد بتائے۔

لباس کا پہلا مقصد تستُّر

اللہ تعالیٰ نے جسم انسانی کو پیدا فرمایا اور اس کے جسم کے بعض حصہ کو ستر قرار دیا، یعنی جس کا چھپانا ہر حال میں ضروری ہے، کسی کے سامنے ظاہر نہیں کیا جاسکتا۔

مرد کے لئے ستر: ناف سے لے کر گھٹنوں تک ہے۔

عورت کا ستر: تمام بدن ہے، البتہ چہرہ اور ہاتھ کھلا رہ سکتا ہے۔

جب لباس کا مقصد ستر پوشی ٹھہرا تو اگر کوئی آدمی لباس تو پہنے ہوئے ہو مگر حقیقتاً ستر چھپ نہ رہا ہو تو وہ لباس، لباس کہے جانے کا مستحق نہیں اور اس کا پہننے والا گویا لباس سے عاری ہے۔

لباس پہن کر لباس سے عاری ہونے کی تین صورتیں ہیں۔

پہلی صورت یہ ہے کہ لباس ہی ضرورت یعنی ستر سے کم ہو، جیسے بعض مرد حضرات صرف کچھا، نیکر، انڈرویر پہن کر گھومتے رہتے ہیں، بعض مرتبہ اتنی بے احتیاطی ہوتی ہے کہ گھر میں اپنی محرم عورتوں کے سامنے ہی پھرتے رہتے ہیں، حتیٰ کہ بعض غیر محتاط حضرات اس حالت میں نہاتے بھی رہتے ہیں، وہ اگرچہ خود کو ننگا نہیں سمجھتے مگر شریعت کی نظر میں وہ ننگے ہی ہیں۔

کھیت کیاریں میں کام کرنے والے بہت سے کسان، مزدور بھی کام کرتے ہوئے صرف اتنا کپڑا پہنتے ہیں جس سے صرف سوْأتین (اگلی پچھلی شرمگاہ) ڈھکی رہتی ہے، بلکہ اس کی ساخت و بناوٹ بھی نظر آتی ہے اور دوسروں کو شرمندہ کرتی رہتی ہے، اسی طرح اس فیشن زدہ ماحول میں عورتوں نے ایسے لباس بنا لئے ہیں یا بازاروں میں دستیاب ہیں جو ان کے پورے جسم کے لئے ساتر و پردہ پوش نہیں ہیں، بعض کے سر پر دوپٹہ نہیں، اسے سر کے بجائے گلے کا ہار بنا رکھا ہے۔

اور گلے میں پڑی قمیص کا گریبان تو اتنا وسیع و کشادہ کہ بدن کا بہت سا حصہ نمایاں ہے، کبھی کبھی تو گریبان گردن کے پیچھے کی جانب بھی رکھا جاتا ہے تاکہ جسم زیادہ سے زیادہ نمایاں ہو سکے،

عورتوں کا اس قسم کا لباس، لباس کہنے کے لائق نہیں ہے۔

دوسری صورت یہ ہے کہ لباس تو پورا ہو مگر اتنا تنگ و چست ہو کہ جسم کی بناوٹ، نشیب و فراز اور ابھار صاف نظر آتا ہو جیسے مرد اتنی چست و تنگ پینٹ پہنتے ہیں کہ پہننے کے باوجود جسم کے خاص حصے و پارٹ نظر آتے رہتے ہیں، مغربی فیشن کی دلدادہ مسلم خواتین نے بھی ایسی جینس، پاجامے پہننے شروع کر دیئے ہیں جن کو پہنے رہنے کے باوجود، دیکھنے والے کو بادی النظر میں شبہ ہو جاتا ہے کہ شاید پہننا بھول گئی ہے، جب کہ ایسا تنگ و چست لباس پہننا خواہ موٹا ہی کیوں نہ ہو ممنوع ہے۔

تیسری صورت یہ ہے کہ لباس تو پورا ہو مگر اتنا مہین اور باریک کہ اندر کا بدن جھلکتا ہو، جیسے آج کل کے دوپٹے، جو اتنے باریک ہیں کہ پورا سر اور بال نظر آتے رہتے ہیں، اسی طرح قمیص و شلوار اور ساڑھی بھی اتنی باریک کہ اندر کا بدن صاف نظر آتا ہے۔

یہ فیشن پرستی ہے، فیشن پرستی کی بناء پر کپڑے چھوٹے، تنگ اور باریک بناتی ہیں، ایسی آبرو باختہ عورتیں مردوں کو اپنی جانب راغب و مائل کرنے کے لئے اس طرح کا لباس استعمال کرتی ہیں۔

حدیث شریف میں ایسے لباس استعمال کرنے کی ممانعت وارد ہوئی ہے۔

حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: دو جہنمی گروہ ایسے ہیں کہ میں نے ان کو نہیں دیکھا (یعنی میرے زمانے میں موجود نہیں، لیکن آئندہ زمانے میں پائے جائیں گے)۔ ایک وہ گروہ جن کے پاس گائے کی دموں کی طرح کے کوڑے ہوں گے، وہ اس سے لوگوں کو ماریں گے (یعنی ظالم و جابر کے زیر سایہ رہ کر غریبوں اور کمزوروں کو اذیت پہونچانا اور ظلم و ستم کا بازار گرم رکھنا ان کا کام ہوگا)۔

دوسرے: ایسی عورتوں کا گروہ جو بظاہر کپڑے پہنے ہوئے ہیں مگر حقیقت میں ننگی ہیں، یعنی ستر کے لائق اعضاء کھلے ہیں، یا کپڑے اتنے باریک ہیں جن میں سے بدن نظر آتا ہے) مائل کرنے

والی اور مائل ہونے والی ہیں، ان کے سر بختی اونٹ کے کوہان کی مانند ایک طرف جھکے ہوئے ہیں، وہ جنت میں داخل نہیں ہونگی اور اس کی خوشبو بھی ان کو نہ ملے گی، جب کہ جنت کی خوشبو اتنی اور اتنی (پانچ سو سال کی) مسافت سے محسوس ہوتی ہے۔

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم: صِنْفَانِ مِنْ أَهْلِ النَّارِ لَمْ أَرَهُمَا، قَوْمٌ مَعَهُمْ سِيَاطٌ كَأَذْنَابِ الْبَقَرِ يَضْرِبُونَ بِهَا النَّاسَ، وَنِسَاءٌ كَاسِيَاتٌ عَارِيَاتٌ مُمِيلَاتٌ، مَائِلَاتٌ رُءُوسُهُنَّ كَأَسْنِمَةِ الْبُخْتِ الْمَائِلَةِ، لَا يَدْخُلْنَ الْجَنَّةَ وَلَا يَجِدْنَ رِيحَهَا، وَإِنَّ رِيحَهَا لَيُوجَدُ مِنْ مَسِيرَةِ كَذَا وَكَذَا (مسلم: رقم: ۲۱۲۸)

اسی طرح ایک بار حضرت اسماء بنت ابی بکر صدیقؓ ایک باریک کپڑا پہنے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے منھ پھیر لیا اور فرمایا اسماء! جب عورت بالغ ہو جائے تو یہ درست نہیں کہ اس کے جسم کا کوئی حصہ نظر آئے، سوائے چہرے اور ہتھیلی کے۔

أَنَّ اَسْمَاءَ بِنْتَ اَبِي بَكْرٍ دَخَلَتْ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعَلَيْهَا ثِيَابٌ رِقَاقٌ فَأَعْرَضَ عَنْهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَالَ يَا أَسْمَاءُ! اِنَّ الْمَرْأَةَ اِذَا بَلَغَتِ الْمَحِيْضَ لَمْ تَصلُحْ أَنْ يُّرٰى مِنْهَا اِلَّا هٰذَا وَهٰذَا وَ أَشَارَ اِلٰى وَجْهِهٖ وَ كَفَّيْهِ۔ (ابو دائود، رقم ۴۱۰۴)

لباس کا دوسرا بڑا مقصد آرائش وزیبائش ہے

انسان کے اعضاء اس ساخت کے ساتھ ترتیب دئے گئے، سیٹ کئے گئے ہیں کہ اگر ان پر لباس ہو تو اچھے لگتے ہیں، نہ ہو تو ننگا انسان ایک عجیب ہیولیٰ سا لگتا ہے، جیسے پرندہ کے چوزے، جب تک ان کے پر نہ نکل آئیں، عجیب سے لگتے ہیں اور جب ان کے پر نکل آتے ہیں تو وہ چوزے اپنے پروں کی وجہ سے بہت خوبصورت لگتے ہیں، جس طرح ''پر'' پرندہ کے لئے حسن وزیبائش کا سبب ہیں، اسی طرح لباس بھی انسان کے لئے خوبصورتی کا ذریعہ ہے اور اب تو بعض لباس صرف خوبصورتی کے لئے ہی استعمال کئے جاتے ہیں جیسے

کوٹ، صدری، اچکن، شیروانی، وغیرہ، وغیرہ، شریعت مطہرہ نے زیب وزینت والے لباس کی کچھ حدود قیود کے ساتھ اجازت بھی دی ہے۔

لباس کے یہ فوائد وقسمیں بتا کر قرآن کریم نے ایک اور لباس کی طرف متوجہ کیا ہے جس کو سب نہیں جانتے اور وہ ''لباس التقویٰ'' ہے، لباس التقویٰ سے مراد بقول ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ خوفِ خدا وعمل صالح ہے اور مطلب یہ ہے کہ جس طرح یہ ظاہری لباس، گرمی سردی سے بچا کر زینت کا ذریعہ ہے، اسی طرح ایک اور لباس: خوفِ خدا: آدمی کو آخرت کے عذاب اور وہاں کی سختیوں سے بچاتا ہے، اور یہ لباس پہلے والے لباس سے کہیں زیادہ بہتر ہے۔

نفع رسانی کی فضیلت

حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ساری مخلوق اللہ تعالیٰ کا کنبہ ہے (جس طرح کوئی آدمی بظاہر اپنے اہل وعیال کی روزی، روٹی اور ان کی ضروریات کا کفیل ہوتا ہے اسی طرح سب مخلوق کی روزی اور دیگر ضروریات کا حقیقی کفیل اللہ تعالیٰ ہے)۔

پس اللہ کو ساری مخلوق میں زیادہ محبت ان بندوں سے ہے جو اس کے عیال یعنی اس کی مخلوق کو زیادہ نفع پہنچائیں (احبُّ الخلق الی اللّٰہ انفعهم لعیاله — الطبرانی ۱۰/۸۶)

انوار حدیث

گذشتہ سے پیوستہ

جو اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہے.........

مولانا محمد خالد سعید مبارکپوری استاذ تخصص فی الحدیث جامعہ مظاہر علوم سہارنپور

دوسر کے ساتھ برتاؤ کیسا ہو؟

عن ابن مسعود رضی اللہ عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: ان أول هذه الأمةِ خيارُهم، وآخرَهم شِرارُهم مختلفين متفرقين، فمن كان يؤمن بالله واليوم الآخر فليأتِه مَنِيَّتُه وهو يأتي الى الناس مايحب أن يؤتىٰ اليه (المعجم الکبیر للطبرانی۔ ۲۱۶/۱۰)

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بے شک اس امت کے شروع کے لوگ اس امت کے بہتر لوگ ہیں، اور اس امت کے آخر کے لوگ اس امت کے برے لوگ ہیں درآں حالیکہ وہ اختلاف وافتراق کرنے والے ہوں گے، لہٰذا جس شخص کا ایمان اللہ پر اور آخرت کے دن پر ہے اس کی موت اس حال میں آنی چاہئے کہ وہ لوگوں کے ساتھ وہی برتاؤ کرتا ہو جو اپنے لئے پسند کرتا ہو۔

اس حدیث شریف میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بتایا ہے کہ اس امت کے اول اور ابتداء کے لوگ امت کے اچھے اور بہتر لوگ ہیں، اور امت کے آخر اور بعد کے لوگ اختلاف اور تفرق کی بنا پر برے ہیں۔

اختلاف اور تفرق کی وضاحت: اختلاف یہ اتفاق کی ضد ہے، اور اختلاف ومخالفت کہا جاتا ہے کہ ایک کا ایسے قول وحال کو اپنانا جو دوسرے کے قول وحال کے علاوہ ہو، اور کبھی قول کا یہ اختلاف نزاع اور جھگڑے کا باعث بن جاتا ہے، اس لئے اسے جھگڑے کے معنی کے لئے بھی مستعار لے لیا گیا ہے۔

علامہ راغب اصفہانی فرماتے ہیں: **والاختلاف والمخالفة أن ياخذ كل واحد طريقاً**

غیر طریق الآخر فی حاله و قوله ثم قال: ولما کان الاختلاف بین الناس فی القول قد یقتضی التنازع أستعیرَ ذلک للمنازعة و المجادلة (مفرادت القرآن ۱/۲۰۷ – مادۃ خلف)

اور تفرق کہا جاتا ہے الگ الگ ہونا، شیرازہ بکھرنا، فرقوں اور گروہوں میں بٹ جانا، اجتماعیت کا ختم ہوجانا۔

علامہ مُناویؒ اس حدیث کی تشریح میں فرماتے ہیں کہ یہاں عقائد، مذاہب، آراء، اقوال اور افعال کے اندر اختلاف مراد ہے (فیض القدیر ۲/۴۴۲)

بہرحال اس حدیث شریف میں یہ پیشین گوئی بھی ہے کہ امت کے بعد والے لوگ اختلاف و انتشار اور آپسی لڑائی جھگڑے کا شکار ہوجائیں گے، تو ایسے وقت میں ایک سچے مومن کا کیا کردار ہونا چاہئے اسی کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ (فمن کان یؤمن باللہ و الیوم الآخر فلیاته منیته و هو یأتی الی الناس ما یحب أن یؤتی الیه) یعنی جو شخص اللہ پر اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہے اسے چاہئے کہ لوگوں کے ساتھ وہی برتاؤ اور معاملہ کرے جو اپنے لئے پسند کرتا ہے۔

اور اسی طرح حضرت انس رضی اللہ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کیا ہے کہ: لا یؤمن أحد کم حتیٰ یحب لأخیه ما یحب لنفسه (البخاری ۱/۶) یعنی تم میں سے کوئی مومن نہیں ہوسکتا یہاں تک کہ وہ اپنے بھائی کے لئے وہی پسند کرے جو اپنی ذات کے لئے پسند کرتا ہے۔

مسلم شریف (۲/۳۱۷) میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے: قال رسول اللہ صلی اللہ علیه و سلم لا تَحاسَدوا و لا تَناجَشوا و لا تَباغَضوا و لا تَدابَروا و لا یَبِعْ بعضُکم علی بیع بعض، و کونوا عبادَ اللہِ اخوانا، المسلم اخو المسلم لا یَظْلِمُه و لا یَخْذُلُه و لا یَحقِرُه، التقویٰ ههنا و یشیر الی صدره ثلاث مرار، بحسبِ امْرِیٍٔ من الشر ان یَحْقِرَ أخاهُ المسلمَ، کلُّ المسلمِ علی المسلمِ حرامٌ دَمُه و مالُه و عِرضُه۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم لوگ آپس میں حسد نہ کرو، بیع کے اندر کسی چیز کی

بولی لگانے اور تعریف میں مبالغہ کر کے خریداروں کو دھوکہ مت دو جب کہ تمہارا ارادہ خرید نے کا بھی نہیں ہے (یعنی اس میں دوسرے کو دھوکہ دینا اور نقصان پہونچانا ہے) تو لوگ آپس میں بغض نہ رکھو، (یعنی ایسا بغض جو اللہ کیلئے نہ ہو) باہم قطع تعلق اور دشمنی مت کرو، اور تم میں سے بعض بعض کی بیع پر بیع نہ کرے (یعنی کسی نے کوئی چیز واپسی کے اختیار کے ساتھ خریدی، اب خریدار سے کوئی کہے کہ اس بیع کو ختم کر دو، میں اس سے بہتر چیز اتنی ہی قیمت میں تم کو دوں گا یا ایسی ہی چیز اس سے کم قیمت میں دوں گا، یا اسی طرح کسی نے کسی کو کوئی چیز بیچی اب بیچنے والے سے کوئی کہے تم یہ معاملہ ختم کر دو میں اس سے زیادہ قیمت میں تم سے خریدلوں گا) اور تم لوگ اللہ کے بندے بھائی بھائی بن جاؤ، مسلمان مسلمان کا بھائی ہے وہ اس پر نہ ظلم کرتا ہے، نہ اسے بے یارو مددگار چھوڑتا ہے، اور نہ اسے ذلیل وحقیر سمجھتا ہے، اور تقویٰ یہاں ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے سینے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے تین مرتبہ فرمایا، آدمی کے برا ہونے کے لئے یہی کافی ہے کہ وہ اپنے مسلم بھائی کو حقیر و ذلیل جانے، مسلمان مکمل طور پر دوسرے مسلمان پر حرام ہے یعنی اس کا خون، اس کا مال اور اس کی آبرو۔

اس حدیث شریف میں ایک مسلمان کو یہ حکم دیا گیا ہے کہ وہ اپنے دوسرے مسلمان بھائیوں کے ساتھ ایسا معاملہ کرے جس سے قلوب میں الفت ومحبت اور جوڑ پیدا ہو، اور ایسی باتوں سے اس کو منع کیا گیا ہے جن سے قلوب میں نفرت اور اختلاف پیدا ہو، اور نفرت اور اختلاف کے اسباب میں سے اہم یہ باتیں ہیں:

۱– ظلم، ۲– خِذلان: یعنی دوسرے مسلمان کو مدد کی ضرورت ہے اور اس کی مدد نہ کرنا جب کہ کوئی شرعی عذر بھی نہ ہو، ۳– دوسرے مسلمان کو حقیر اور ذلیل سمجھنا۔

اور اسی لئے حدیث میں فرمایا گیا کہ کسی مومن کا ایمان اس وقت تک کامل نہیں ہوتا جب تک کہ وہ دوسرے مسلمان بھائی کے لئے بھی وہی پسند نہ کرنے لگے جو اپنے لئے پسند کرتا ہے، اور دوسرے کے ساتھ وہی برتاؤ اور معاملہ نہ کرنے لگے جس برتاؤ اور معاملہ کو

اپنے لئے پسند کرتا ہے، اور اسی طرح دوسرے مسلمان کے لئے اس چیز کو ناپسند نہ کرنے لگے جس کو اپنے لئے ناپسند کرتا ہے۔

اور مسلمانوں کو اس بات کا حکم دیا گیا ہے کہ وہ حسد، بغض عداوت اور اختلافات کو چھوڑ کر آپس میں بھائی بھائی بن جائیں، اور شفقت، ومحبت نرمی اور آپسی تعاون میں بھائیوں جیسا ایک دوسرے کے ساتھ معاملہ کریں اور اس کے ساتھ ہی اس بات کو بھی یاد رکھیں کہ وہ اللہ کے بندے ہیں اور بندے اور غلام کا کام ہے اپنے آقا کے حکم کو ماننا اور اس کا وفادار رہنا، لہٰذا اپنے اللہ کے دین کو قائم کرنے اور اس کے شعائر کے اظہار میں ایک دوسرے کا تعاون کریں، اور یہ سب قلوب کے آپس میں میل محبت اور صفوں میں اتحاد کے ذریعہ ہی ہوسکتا ہے۔

امت مسلمہ اس وقت تاریخ کے ایک انتہائی نازک اور آزمائشی دور سے گذر رہی ہے، تو کیا ایسے وقت میں امت مسلمہ اس ارشاد نبوی پر توجہ دے گی اور اس پر عمل پیرا ہو کر آپسی اختلاف وانتشار کو دور کر کے اتحاد واتفاق پیدا کرے گی، اور اپنے خالق سے اپنا رشتہ مضبوط کرنے کی فکر کرے گی ؟ ! اور مسلمان اپنی اخلاقی کمزوریاں دور کر کے تواضع اور مساوات کو اپنانے والے، اور دوسرے کی خیر خواہی اور اپنی طرح دوسرے کا بھلا سوچنے بلکہ دل سے چاہنے والے بن کر آپس میں شیر وشکر ہوسکیں گے؟!!

تین دعائیں

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے تھے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تین دعائیں ایسی ہیں کہ انہیں قبول ہی کرلیا جاتا ہے ان میں کچھ تردد نہیں، مظلوم کی دعاء، مسافر کی دعاء، اور ماں باپ کی دعا ان کے لڑکوں پر۔ (الادب المفرد)

موجودہ حالات میں کرنے کے چند کام

مولانا عتیق احمد بستوی ـــــــــ ندوۃ العلماء لکھنؤ

خاتم النبیین حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک زندۂ جاوید معجزہ آپ کی پیش گوئیاں ہیں، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیش گوئیاں زمانہ گزرنے کے ساتھ درخشاں سورج کی طرح ظاہر ہوتی جارہی ہیں۔

موجودہ حالات کے تعلق سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک پیش گوئی نقل کی جاتی ہے، یہ حدیث نبوی مسلمانوں کے موجودہ حالات کی سچی تصویر ہے، اس میں مسلمانوں کے امراض کی تشخیص بھی زبان نبوت نے کردی ہے، اگر مسلمان چاہیں تو اپنے امراض کا ازالہ کرکے حالات درست کرسکتے ہیں، دل ودماغ کی پوری توجہ کے ساتھ، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان سے نکلنے والی، چودہ سو سال پہلے کی یہ پیش گوئی پڑھیے اور سنیے:

حضرت ثوبانؓ کی روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وہ زمانہ قریب ہے جب دوسری قومیں تم پر اس طرح ٹوٹ پڑیں گی، جس طرح کھانے والے اپنے پیالے پر ٹوٹتے ہیں، ایک شخص نے عرض کیا: کیا زمانے میں ہماری تعداد بہت قلیل ہو گی؟ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس زمانے میں تمہاری تعداد بہت زیادہ ہوگی، لیکن تم لوگ سیلاب کے جھاگ کی طرح (بے وزن) ہوگے، اللہ تعالیٰ تمہارے دشمنوں کے سینوں سے تمہاری ہیبت نکال دے گا اور تمہارے دلوں میں ''وہن'' ڈال دے گا، ایک شخص نے سوال کیا: اے اللہ کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم)! ''وہن'' کیا چیز ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دنیا کی محبت اور موت کی ناپسندیدگی۔ (ابوداؤد)

انصاف سے بتائیے کہ کیا یہ دور حاضر کے مسلمانوں کی سچی تصویر نہیں؟ الفاظ کے ذریعے

مسلمانوں کے موجودہ حالات کی اس سے بہتر تصویر کشی ممکن نہیں ہے، مسلمان کروڑوں، اربوں کی تعداد میں ہیں، لیکن سیلاب کے جھاگ کی طرح دنیا میں ان کا کوئی وزن نہیں ہے، جو قوم چاہتی ہے ان پر یلغار کرتی ہے، ان کی جان و مال، عزت وآبرو اور دینی شعائر پر حملے کرتی ہے اور مسلمان کثرت تعداد کے باوجود حالات کے سامنے ہتھیار ڈالے ہوئے ہیں اور ہر طرح کی ذلت برداشت کررہے ہیں۔

اس حدیث میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مرض کی جو تشخیص فرمائی ہے، وہ بھی سو فیصد موجودہ حالات پر منطبق ہے، دنیا کی محبت مسلمانوں پر اس قدر غالب آچکی ہے کہ وہ اپنا دین وایمان، عزت وآبرو سب کچھ دنیا کے لیے داؤ پر چڑھائے ہوئے ہیں۔

اگر آپ غور سے جائزہ لیں گے تو محسوس ہوگا کہ مسلمانوں کی دین سے بیزاری اور فرائض سے غفلت کا بنیادی سبب حب دنیا ہے۔ دنیا کی حرص اور محبت نماز باجماعت کی ادائیگی سے مانع ہے، آج کا مسلمان سوچتا ہے کہ پانچ وقت نماز پڑھنے میں، خصوصاً جماعت کے ساتھ پڑھنے سے، اس کی تجارت، زراعت اور صنعت وحرفت کا کچھ نقصان ہوگا، اسے نماز سے محرومی گوارا ہے، لیکن آمدن میں برائے نام کمی گوارا نہیں، حب دنیا ہی کا نتیجہ ہے کہ مسلمان فرض زکوٰۃ کی ادائی نہیں کرتا، کتنے لوگ ہیں جن پر حج فرض ہے، لیکن دنیا کی محبت اس اہم فریضے کی ادائی سے روکتی ہے، حب دنیا ہی وہ روگ ہے جو ایک مسلمان سے کتنے گناہ کراتی ہے، ایک مسلمان دوسرے مسلمان پر ظلم کرتا ہے، اس کی زمین وجائیداد ہڑپ لیتا ہے، دوسروں کے حقوق ادا کرنے میں کوتاہی کرتا ہے، غرض یہ کہ اگر آپ باریک بینی سے جائزہ لیں تو معلوم ہوگا کہ مسلمانوں کی ساری بداعمالیوں کی جڑ دنیا کی محبت ہے۔

دنیا کی بڑھتی ہوئی محبت کا فطری نتیجہ ہے کہ انسان موت کو سخت ناپسند کرے، کیوں کہ موت طاری ہوتے ہی دنیا سے انسان کا رشتہ ختم ہوجاتا ہے، سچا مومن موت سے نہیں ڈرتا، لیکن دور حاضر کے مسلمانوں پر موت کا خوف چھایا ہوا ہے، مسلمان موت کے تصور سے، بلکہ اس کی پرچھائیں سے گھبرانے لگا ہے، دور حاضر کے مسلمان جب تک قرآن وحدیث میں بتائے ہوئے طریقوں سے اپنے دونوں روگ (دنیا کی محبت اور موت سے بیزاری اور فرار) دور نہیں کرتے،

ان کے لیے باعزت اور پُرسکون زندگی گزارنے کا کوئی راستہ نہیں ہے۔

مسلمانوں کا باہمی اختلاف وعداوت اور اس کی تباہ کاریاں

قرآن پاک اور تعلیمات نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی روشنی میں جب ہم مسلمانوں کی موجودہ بد حالی اور بے توقیری کا جائزہ لیتے ہیں تو ہمیں ایک اور زبردست عامل بھی کارفرما نظر آتا ہے، وہ ہے مسلمانوں کا حد سے بڑھا ہوا باہمی اختلاف، قرآن پاک میں مسلمانوں کے باہمی نزاع اور اختلاف کو مسلمانوں کی ہوا اکھڑنے اور ان کی دھاک ختم ہونے کا سبب قرار دیا گیا ہے۔

اللہ تعالیٰ جل شانہ کا ارشاد ہے: اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کرو اور باہم نزاع نہ کرو، ورنہ ناکام ہو جاؤ گے اور تمہاری ہوا اکھڑ جائے گی اور صبر کرو، بے شک اللہ تعالیٰ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔ (انفال: ۴۶)

دورِ حاضر میں جب ہم گھر اور خاندان کی سطح سے لے کر ملک کی سطح تک مسلم سماج کا جائزہ لیتے ہیں تو ہمیں مسلم سماج میں سب سے نمایاں مرض باہمی عداوت، اختلاف اور انتشار نظر آتا ہے، اسلامی اور انسانی اخوت کا رشتہ بہت کمزور پڑ گیا ہے، گھر گھر میں شدید مخاصمت اور جنگ ہے، قریب ترین عزیزوں میں دشمنوں سے بڑھ کر دوری ہے، بھائی، بھائی، باپ بیٹے ماں بیٹی میں عداوت اور قطع تعلقی ہے، ہر شخص دوسرے کا بدخواہ ہے، آپس میں اخوت ومحبت، الفت وصلہ رحمی ختم ہو چکی ہے، ایک مسلمان دوسرے مسلمان کا شریک غم ہونے کے بجائے اس کی مصیبت پر ہنستا اور خوش ہوتا ہے، ہمارے سماجی اتحاد کا شیرازہ بکھر چکا ہے، صلہ رحمی، تعلقات کی اصلاح اور اخوت اسلامی کے سلسلے کی اسلامی تعلیمات بالکل فراموش کر دی گئی ہیں، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات تو یہ ہیں:

”تم دوسرے کے متعلق بدگمانی سے بچو، کیوں کہ بدگمانی سب سے جھوٹی بات ہے، تم کسی کی کمزوریوں کی ٹوہ میں نہ رہا کرو اور جاسوسوں کی طرح رازدارانہ طریقے سے کسی کے عیب معلوم کرنے کی کوشش بھی نہ کیا کرو اور نہ ایک دوسرے پر بڑھنے کی بے جا ہوس

کرو، نہ بغض و کینہ رکھو اور نہ ایک دوسرے سے منھ پھیرو، بلکہ اے اللہ کے بندو! اللہ کے حکم کے مطابق بھائی بھائی بن کر رہو۔'' (بخاری ومسلم)

حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ''تمہیں ایک ایسی چیز نہ بتاؤں جس کا درجہ روزے، زکوۃ اور نماز سے بڑھا ہوا ہے؟ ہم لوگوں نے عرض کیا: آپ ضرور بتائیں! رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: وہ چیز باہمی تعلقات کی درستگی ہے اور باہمی تعلقات کا بگاڑ مونڈ دینے والا ہے۔'' (ابوداؤد)

''سارے اہل ایمان ایک انسان کی طرح ہیں، اگر ایک شخص کی آنکھ یا اس کے سر میں درد ہوتا ہے تو سارا جسم مبتلائے درد ہو جاتا ہے (اسی طرح) اگر ایک مومن کو تکلیف پہنچتی ہے تو تمام اہل ایمان اس درد کی کسک محسوس کرتے ہیں۔'' (مسلم)

''اس قوم پر رحمت نازل نہیں ہوتی، جس میں کوئی قطع رحمی کرنے والا ہو۔'' (بیہقی فی شعب الایمان)

لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ان تعلیمات کے بالکل برعکس مسلم سماج انتشار اور بکھراؤ کا شکار ہے، گھر کی سطح سے لے کر ملک کی سطح تک مسلمانوں کا شیرازہ بکھر چکا ہے، ان کا اتحاد پارہ پارہ ہو چکا ہے، ہر گھر اور خاندان میں قطع رحمی اور تعلقات کا بگاڑ ہے، اگر کسی کے دل میں مسلمانوں کے اتحاد کا خیال آتا بھی ہے تو وہ گھر اور محلے کی سطح سے اصلاح و اتحاد کی کوشش شروع کرنے کے بجائے ملکی اور بین الاقوامی سطح سے اتحاد کی کوشش شروع کرتا ہے، اس لیے یہ غیر فطری کوشش ناکام ہو کر رہ جاتی ہے۔

مسلمان اگر چاہتے ہیں کہ ان کی عزت و شوکت بحال ہو اور ماضی کی طرح اقوام عالم میں ان کا وزن محسوس کیا جائے اور باعزت مقام دیا جائے تو انہیں اپنی صفوں میں دین کی بنیاد پر اتحاد پیدا کرنا ہوگا، آپس کے تعلقات سدھارنے ہوں گے اور رشتہ اخوت مضبوط کرنے کی کوشش کا آغاز اپنے گھر اور خاندان سے کرنا ہوگا اور تدریجاً اسے ملک اور پوری دنیا کی سطح تک لے جانا ہوگا، اصلاح و اتحاد کی کوششوں کے بغیر مسلمان نہ تو دنیا میں

باعزت مقام پاسکتے ہیں اور نہ آخرت میں اللہ تعالیٰ کے حضور سرخ رُو ہو سکتے ہیں۔

خلاصہ کلام

ان تمام باتوں کا خلاصہ یہ ہے کہ اسباب کی اس دنیا میں، مسلمانوں کو حالات میں تبدیلی لانے کے لیے، ظاہری اسباب کی طرف توجہ ضروری ہے، لیکن اسی کے ساتھ سب سے ضروری بات یہ ہے کہ اہم اسباب کو اسباب ہی کی حد تک اختیار کریں، ان پر تکیہ نہ کرلیں اور واقعات کے حقیقی اور باطنی اسباب، جن کا علم قرآن وحدیث سے ہوتا ہے، ان کی طرف سے ہم غافل نہ ہو جائیں، کتاب وسنت کی روشنی میں مسلمانوں کی مشکلات اور پریشانیوں کا حقیقی علاج یہ ہے کہ ہر مسلمان اپنی بداعمالیوں کا جائزہ لے کر خلوص دل کے ساتھ گناہوں سے توبہ واستغفار کرے، اپنی زندگی کے تمام تقاضوں کو اسلام کے سانچے میں ڈھالے، اپنے سماج سے برائیوں کو ختم کرنے اور نیکیوں کو پھیلانے کی پوری جدوجہد کرے، دوسروں کو اپنے قول وعمل، اخلاق وکردار سے اسلام کی طرف بلائے، اسلام کی سچی، دل کش تصویر ان کے سامنے پیش کرے، اگر مسلمان اپنی ان ذمہ داریوں کو پورا کریں گے تو ان شاء اللہ حالات میں اچھی تبدیلیاں ہوں گی، غیبی نظام کے تحت بدتر حالات ختم ہو کر مسلمانوں کے لیے انتہائی سازگار حالات پیدا ہوں گے اور خدانخوستہ اگر موجودہ حالات ومشکلات کے حقیقی اسباب کو نظر انداز کیا جاتا رہا اور ان کے بارے میں مسلسل غفلت کا رویہ اختیار کیا گیا تو تنہا ظاہری اسباب کا اختیار کرنا کچھ کام نہ دے گا اور حالات تیزی سے بگڑتے رہیں گے۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو اعمال درست کرنے، برائیوں سے دور رہنے اور سماج میں نیکیوں کو پھیلانے کی توفیق عطا فرمائے اور امن وعافیت کی زندگی نصیب فرمائے۔ (آمین)

جو ہو ذوقِ یقیں پیدا تو............

مولانا محمد معاویہ سعدی استاذ تخصص فی الحدیث مظاہرعلوم سہارنپور

یقیں افراد کا سرمایۂ تعمیرِ ملت ہے
یہی قوت ہے جو صورت گرِ تقدیرِ ملت ہے

اِس وقت مسلمانوں کو جن عالمی، یا ملکی حالات کا سامنا ہے وہ محتاجِ بیان نہیں، اور حالات کے تناظر میں جو مختلف تدابیر اِختیار کی جارہی ہیں، یا درپیش خطرات وخدشات کے سد باب کی اپنے اپنے طور پر فکر کی جارہی ہے، وہ یقیناً حالات کا تقاضا اور دارالاسباب کا حق ہے، ہمارے زعماء اور قائدین اِن حالات سے نمٹنے، یا ان کے شر کو دفع کرنے کے لیے جو بھی جائز اِقدامات فرمانا چاہتے ہیں وہ پوری جرأت، ہمت اور استقامت کے ساتھ فرمائیں، قوم منتظر بھی ہے، اور کامیابی کے لیے دعا گو بھی، اللہ اُن کا اور ہم سب کا ناصر وحامی ہو۔

مگر اِس وقت ہم سب کو اِس پہلو پر بھی غور کرنے کی ضرورت ہے کہ یہ وقتی شور ہنگاموں کے ذریعہ مسائل کا حل کب تلک؟ ظاہر ہے کہ یہ وقتی کوششیں مرتے ہوئے کو وینٹی لیٹر کی طرح چند مصنوعی سانسیں تو دلاسکتی ہیں، مگر یہ مسائل کا اصل اور دائمی حل نہیں ہیں، مسلمانوں کے وجود، بقا، اور ترقی کے اسباب، اسی طرح مسائل، مشکلات اور دشواریوں کا حل تو بس وہیں ہے جہاں سے ''اِسلام'' کا تصور قائم ہے، یعنی کتاب اور سنت۔

کسی بھی زمانے میں، اور کسی بھی طرح کے حالات میں، کتاب وسنت کی ہدایات کو نظر انداز کرکے، اپنی اپنی عقل وفہم سے جو بھی کوششیں کی جائیں گی، اور جو بھی تدابیر اِختیار کی جائیں گی، وہ کم از کم مسلمانوں کو تو ہرگز موافق نہیں آسکتیں، کہ ''مسلمان'' کہتے ہی ہیں اپنی عقل اور تجربے کے بجائے ''اللہ ورسول کی فرمانبرداری کرنے والے'' کو۔

یہ بھی ''مادہ پرستی'' کا حصہ ہے کہ انسان کی نظر صرف ظاہری اَسباب وتدابیر ہی میں

محصور رہے، اپنی کامیابیوں اور حصولیابیوں کو اپنی ظاہری محنت وکاوش کا نتیجہ سمجھے، اور ناکامیوں اورمحرومیوں کوصرف ظاہری اَسباب وتدابیر کی کمی کاانجام قرار دے، ہمارے بہت سے ہمدردانِ قوم جب قوم کارونا روتے ہیں تو یہی کہ فلاں صدی تک ہم نے سائنس پڑھی، قرطبہ اور بغداد کی جامعات قائم کیں، اِس لیے ہم ترقی کرتے رہے، اور جب ہم سائنس اور اِیجادات میں سست پڑے تو تنزلی کا شکار ہو گئے!!

یہ حضرات بھی تاریخ کے ساتھ کتنی بڑی ناانصافی، اورتحریف کاری کرتے ہیں کہ ’’اسلام‘‘ کی تاریخ پر گفتگو کرتے ہیں، اور اُس کی ابتدا ہی کونظر انداز کردیتے ہیں، اُس کی درخشاں اورمنور تاریخ کے سب سے سنہرے دور (خیر القرون) ہی کو فراموش کر بیٹھتے ہیں، جہاں نہ سائنس پر گفتگو تھی، نہ اِیجادات کی فکر، نہ ٹیکنالوجی کا سبجیکٹ (Subject) تھا، نہ اِختراعات کا موضوع۔

غبارِ رہ گذر ہیں کیمیا پر ناز تھا جن کو
جبینیں خاک پر رکھتے تھے جو، اِکسیر گر نکلے

بلکہ ہم نے جہاں تک پڑھا اورغور کیا تو اسلام کے بالکل ابتدائی دور میں، مغلوبیت اورمحکومیت کے زمانہ میں تو باقاعدہ سیاسی تدابیر بھی زیر بحث نہیں ہوتی تھیں، بلکہ وہاں کا اصل موضوع وہ تھا جوحضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہ نے نجاشیؓ کے دربار میں بیان کیا تھا:

’’أیها الملک! کنا قوماً أهل جاهلية :نعبد الأصنام، و نأكل الميتة، و نأتي الفواحش، و نقطع الأرحام، و نسيء الجوار، يأكل القوي منا الضعيف، فكنا على ذلک حتى بعث الله إلينا رسولاً منا، نعرف نسبه و صدقه و أمانته و عفافه، فدعانا إلى الله لنوحده، و نعبده، و نخلع ما كنا نعبد نحن و آباؤنا من دونه من الحجارة و الأوثان، و أمرنا بصدق الحديث، و أداء الأمانة، و صلة الرحم، و حسن الجوار، و الكف عن المحارم و الدماء، و نهانا عن الفواحش، و قول الزور، و أكل مال اليتيم، و قذف المحصنة .....‘‘ (مسند احمد ۴/ ۱۷۳)۔

(بادشاہ سلامت! ہم لوگ گنوار اور اَن پڑھ لوگ تھے: بتوں کی پوجا کرتے تھے، مردار کھاتے تھے، بے حیائی کے کام کیا کرتے تھے، رشتے ناطے کا خیال نہیں رکھتے تھے، پڑوسیوں سے بدسلوکی کرتے تھے، ہم میں سے طاقتور کمزور کا حق دبالیا کرتا تھا، ہم لوگ اسی طرح کی بداخلاقیوں میں مبتلا تھے کہ اللہ نے ہمارے درمیان ایک ایسا رسول بھیجا جس کا نسب، جس کی سچائی، جس کی امانت اور عفت و پاکدامنی ہمارے درمیان معروف ومشہور تھی، اُس نے ہمیں اِس بات کی دعوت دی کہ ہم اللہ کی توحید کا اقرار کریں، اُسی کی عبادت کریں، اور جن بتوں اور پتھروں کو ہم، یا ہمارے باپ دادا پوجا کرتے تھے، اُن کی پرستش چھوڑ دیں، اور اُس نے ہمیں حکم دیا کہ ہم سچ بولا کریں، امانت ادا کیا کریں، رشتے ناطے جوڑا کریں، پڑوسیوں کے ساتھ اچھا سلوک کیا کریں، حرام کاموں اور ناحق خون بہانے سے باز آجائیں، برے کاموں، بری باتوں سے الگ ہوجائیں، یتیموں کا مال کھانے اور پاک دامن عورتوں کو تہمتیں لگانے سے توبہ کرلیں ......)۔

اِس وقت ہم سب کو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے مثالی کریمانہ اَخلاق اور انتہائی شریفانہ وضع کا تصور کرتے ہوئے، آپ کی مجالس میں زیر بحث آنے والے مذکورہ بالا موضوعات پر غور کرنا چاہیے، پھر اُس کی روشنی میں اپنا اور اپنے گردوپیش کا جائزہ لینا چاہیے کہ کیا ہم سب اَب بھی اُسی راستہ اور طریقہ پر ہیں جس پر ثابت قدم اور پختہ کار رہنے کی ہم کو ہدایت کی گئی ہے؟! اور جس کا ہم کو صرف عامل اور حامی ہی نہیں، بلکہ ''داعی'' بھی بنا کر بھیجا گیا ہے؟!

ہمیں غور کرنا چاہیے کہ ''اِسلام'' اور ''اِیمان'' قومی، یا خاندانی نسبتوں کا نام ہے؟ یا مخصوص عقائد اور اعمال سے وابستگی کا؟ سیاسی مسائل اور تدابیر تو بہت دور کی باتیں ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جن مشرکانہ عقائد اور کافرانہ رسم ورواج کی اصلاح کا بیڑا اٹھایا تھا، جن برے اخلاق کے تزکیہ کو اپنا موضوع بنایا تھا، اور جس معاشرتی فساد کو دور کرنے کے لیے آپ کی بعثت ہوئی تھی، کہیں ایسا تو نہیں کہ خدانخواستہ ہم (یا ہم میں کے اکثر) خود ہی ان میں مبتلا ہوتے جارہے ہیں؟

آج کل حال یہ ہے کہ موجودہ حالات کے بارے میں جب اپنے مسلمان بھائیوں سے دین وشریعت کے حوالے سے بات کرنے کی کوشش کی جاتی ہے، اور کتاب وسنت کی نصوص کی روشنی میں اُن کو دعوتِ غور وفکر دی جاتی ہے، تو بہت سے لوگ ایسا انداز اِختیار کرتے ہیں کہ نعوذ باللہ گویا اَب اِس زمانے میں قرآن وحدیث منسوخ ہو چکے ہیں، یا اُن کی تعلیمات مساجد اور عبادت گاہوں تک کے لیے محدود ہو چکی ہیں، معاشرے سے، اَفراد سے، قوم سے، قوم کے موجودہ حالات سے اُن کا کچھ لینا دینا نہیں۔

نعوذ باللہ یہ بڑی محرومی اور اِیمان کی کمزوری کی بات ہے، اِس میں اللہ پر، قرآن پر، رسول اللہ پر، حدیث پر، اور پوری شریعت اور اِسلام پر ناقص اور محدود ہونے کا الزام آتا ہے، جو نہایت خطرناک بات ہے؟ اللہ تعالیٰ نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو قرآن دے کر، قیامت تک کے لیے آخری رسول، اور زندگی کے تمام شعبوں کے لیے اُسوہ اور نمونہ بنا کر بھیجا ہے، اِسی قرآن اور اُسوۂ نبوی کے مجموعے کا نام ''دین وشریعت'' اور ''اِسلام'' ہے، یہ خدائی قانون ہے جو قیامت تک لیے پوری دنیا والوں پر نافذ کیا گیا ہے، اِس کے جو ''محکم'' مسائل اور ''اَبدی'' اُصول ہیں وہ کبھی بھی منسوخ نہیں ہو سکتے، اور کوئی بھی عاقل بالغ اِنسان اُن کے تخاطب سے مستثنیٰ نہیں ہو سکتا۔

اِس لیے موجودہ حالات میں ہم لوگوں کو سب سے پہلے اپنے اپنے دین کی فکر کرنے کی ضرورت ہے، جو کمزوریاں ہماری ذاتی زندگی، یا معاشرتی ماحول میں پیدا ہو گئی ہیں، اُن کو دور کرنے کی ضرورت ہے، غیبت، حسد، بغض وعناد، اِلزام واِتہام، بدگمانی، بدزبانی، خیانت، وعدہ خلافی، بے پردگی، تصویر کشی، اور منکرات سے صرفِ نظر، یہ سب ایسے گناہ ہیں جو دیندار سمجھے جانے والے معاشرے میں بھی داخل ہو چکے ہیں، اِس وقت بظاہر حالات کتنے سخت چل رہے ہیں، مگر اِن حالات میں بھی ہمارے پاس پڑوس اور محلوں میں شادیاں انہی فضول خرچیوں، کھلم کھلا گناہوں، گانے باجوں، بلکہ ناچ اور شیطانیت کے سارے طریقوں کے ساتھ ہو رہی ہیں، ایسے میں سوچنا چاہیے کہ اللہ کی جو نصرت وحمایت: اِیمان،

اعمالِ صالحہ اور صبر وتقوی پر موقوف وموعود ہے، وہ ہماری طرف کیوں کر متوجہ ہوسکتی ہے؟

الحمدللہ ہمارا اور ہر مسلمان کا عقیدہ ہے کہ فیصلے پارلیمنٹ میں نہیں، آسمانوں میں ہوا کرتے ہیں، اِس لیے کسی بھی فیصلہ کے سامنے آنے پر ایک مؤمن اور مسلمان کو سب سے پہلے اُدھر ہی رجوع کرنا چاہیے، اگر وہ فیصلہ ہمارے گناہوں کی وجہ سے ہوا ہے تو گناہوں کو چھوڑ کر، توبہ واستغفار کا اہتمام کرنا چاہیے، اپنے کریم رب کو منانے کی فکر کرنی چاہیے، اور اگر وہ سخت فیصلہ ہماری آزمائش وابتلا کے طور پر آیا ہے تو اُس کو تکوین کا حصہ سمجھ کر اللہ کے فیصلے پر راضی رہنا چاہیے، اور ایسے وقت میں دیگر مشروع تدابیر کے ساتھ ساتھ، بطور خاص اِنابت الی اللہ، اور صبر وتقوی کا دامن مضبوطی سے تھام لینا چاہیے، اور اُس بلاء اور امتحان میں نرمی اور کامیابی کی دعاءیں لگ جانا چاہیے۔

یاد رکھنا چاہیے کہ یہ مشکل حالات اگر سزا کا حصہ ہوتے ہیں تو اُن سے ہمارے گناہ معاف ہوکر، آخرت کا مرحلہ آسان ہوجاتا ہے، اور اگر ابتلاء کا حصہ ہیں تو یہ ہمیں "اونچا اُڑانے" کے لیے ہوتے ہیں، مؤمن کا کوئی حال افسوس، غم اور حسرت کا نہیں ہوتا، یہ سب تو کافروں، اللہ کے باغیوں اور نافرمانوں کے نصیب کی چیزیں ہیں، ایک صاحبِ ایمان کا ہر حال میں فائدہ ہی فائدہ رہتا ہے:

تندیٔ بادِ مخالف سے نہ گھبرا اے عقاب!
یہ تو چلتی ہے تجھے اونچا اڑانے کے لیے

شِعبِ ابی طالب کی تین سالہ قید اور وہاں کی سختیاں تاریخ سے واقف کوئی مسلمان کیوں کر بھول سکتا ہے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے جاں نثار صحابہ رضی اللہ عنہم کو بھوک مٹانے کے لیے پتے تک چبانے پڑ گئے تھے، مگر اُس کا انجام اور نتیجہ کتنا خوش گوار سامنے آیا، کہ چند ہی سالوں کے بعد حاکم محکوم بن گئے، غالب مغلوب ہوگئے، اور طاقت کے نشہ میں چور، ظلم وستم پر آمادہ لوگ، خود مظلوموں ہی سے رحم وکرم کی بھیک مانگنے پر مجبور ہوگئے: تلك الأيام نداولها بين الناس (یہ سیاسی حالات تو ہم الٹتے پلٹتے رہتے ہیں تاکہ

لوگوں کو بطور حاکم اور مختار کے بھی آزمایا جائے، اور بطور محکوم و مجبور کے بھی پرکھا جائے، ہر حال میں ''لیبلو کم أیکم أحسن عملاً'' کا عمل جاری رہے)۔

صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو کن کن حالات کا سامنا کرنا پڑا، اور اُن حوصلہ شکن حالات میں بھی اُنھوں نے کس ہمت و استقلال اور صبر و استقامت کا مظاہرہ فرمایا، کہ تاریخ اُس کی مثالیں بھی پیش کرنے سے قاصر ہے، ہم لوگوں کو بھی اِس وقت مخلوق سے ڈرنے، یا مخلوق پر نظر کرنے کے بجائے، پوری ہمت و جرأت کے ساتھ حالات کا مقابلہ کرنے، اور اپنے اندر دینی استقلال و اِستحکام پیدا کرنے کی ضرورت ہے، کہ اِسی پر اللہ کا وعدہ ہے، اور اللہ اپنے وعدہ میں بالکل سچا ہے:

سبق پھر پڑھ صداقت کا، عدالت کا، شجاعت کا
لیا جائے گا تجھ سے کام دنیا کی امامت کا
غلامی میں نہ کام آتی ہیں شمشیریں، نہ تدبیریں
جو ہو ذوقِ یقیں پیدا تو کٹ جاتی ہیں زنجیریں
یقیں محکم، عمل پیہم، محبت فاتحِ عالم
جہادِ زندگانی میں ہیں یہ مردوں کی شمشیریں

طابع، ناشر، مدیر (مولانا) محمد سلمان (صاحب)
ناظم مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور نے سہارنپور
الیکٹرک پریس سہارنپور سے چھپوا کر دفتر ماہنامہ
مظاہر علوم سہارنپور سے شائع کیا

ہندوستانی مسلمانوں کے مسائل اور ان کا حل

محفوظ احمد، حارا، ریاض

ہندوستان اور مسلمان کے درمیان لزوم کا رشتہ ہے، ملک کی تعمیر وترقی میں مسلمانوں کا کردار ہمیشہ نمایاں رہا ہے، خواہ مسلم حکمرانوں کے دور کی بات کی جائے، جنگ آزادی کی جد وجہد کا جائزہ لیا جائے یا آزادی کے بعد قائم ہونے والی جمہوری حکومت پر نگاہ ڈالی جائے، ہر دور میں مسلمانوں کی خدمات فائق نظر آتی ہیں، ملک کے لئے دی گئی مسلمانوں کی قربانیاں یہاں کے بام و در سے عیاں ہیں۔ یہ بات بلاخوف تردید کہی جاسکتی ہے کہ مسلمانوں کی خدمات، ان کی قربانیاں، ان کی دانشمندی اور ذہانت وفراست کا اعتراف کئے بغیر ملک کا نہ تو وجود سمجھا جاسکتا ہے اور نہ ہی اس کی تاریخ مکمل ہوسکتی ہے۔ مسلمانوں کی یہ خدمات تاریخ کے صفحات میں درج ہیں اور اسے پوری دنیا نے تسلیم کیا ہے۔ ان کی خدمات اور ان کے کمالات کو کبھی فراموش نہیں کیا جاسکتا، اگرچہ کبھی کبھی بعض متعصب مورخین نے تاریخ لکھتے وقت ان کے عظیم کارناموں کو نظرانداز کرنے کی کوششیں کیں لیکن وہ کامیاب نہیں ہوسکے۔

ماقبل آزادی اور مابعد آزادی ملک کے مسلمانوں نے ملک کے سیاسی، سماجی، معاشی اور اس کے علاوہ زندگی کے مختلف شعبوں میں مختلف کارہائے نمایاں انجام دیے ہیں، مثلاً:

۱- بنیادی انفراسٹرکچر کے علاوہ دہلی کی جامع مسجد، لال قلعہ جس کی چہار دیواری پر کھڑے ہوکر ہر سال ملک کے وزیر اعظم ترنگا پھہراتے ہیں اور ملک کی عوام کو خطاب کرتے ہیں، قطب مینار اور آگرہ کا تاج محل وغیرہ جن پر ملک کو آج بجا طور پر ناز ہے، یہ سب کے سب مسلم بادشاہوں کی مرہون منت ہیں۔

۲- ملک کی آزادی کے بعد مولانا ابو الکلام آزاد کانگریس پارٹی کے صدر رہے، ملک کے پہلے وزیر تعلیم بنے اور آپ نے ایک زبردست تعلیمی ادارے کی بنیاد ڈالی، چنانچہ

یو، جی، سی (University Grant Commission) جس پر آج ملک کا تعلیمی نظام قائم ہے، کی بنیاد آپ ہی کے ذریعہ رکھی گئی۔

۳- ملک کی آزادی کے بعد ڈاکٹر ذاکر حسین ملک کے تیسرے صدر جمہوریہ منتخب ہوئے جبکہ گیارہویں مسلم صدر جمہوریہ ڈاکٹر اے پی جے عبد الکلام بنے اور آپ ہی نے ملک کو ایٹمی طاقت عطا کی جس کی وجہ سے آج پوری دنیا میں فخر کے ساتھ ہم اپنے ایٹمی طاقت ہونے کا اظہار کرتے ہیں۔

۴- ۱۹۶۵ء کی ہندو پاک جنگ میں ویر عبد الحمید خان غازیپوری نے جو کارنامہ انجام دیا اسے کون نہیں جانتا؟

اس کے علاوہ ملک کے مسلمانوں نے ہمیشہ اور ہر موڑ پر ایک اچھا اور پر امن شہری ہونے کا ثبوت دیا ہے، اگرچہ بہت سارے مواقع پر ان کے احساسات وجذبات کو زبردست دھچکا لگا لیکن انہوں نے ملک کے اندر امن وشانتی کو ہمیشہ برقرار رکھا اس کی زندہ مثال سپریم کورٹ کی طرف سے بابری مسجد اور شہریت ترمیمی بل کا غیر معقول فیصلہ ہے۔

موجودہ مسائل:

ہندوستان کا آئین بہت جامع اور لچکدار ہے، اس کے دستور میں تمام شہریوں کو یکساں حقوق دیئے گئے ہیں، مساوات، آزادی، انصاف اور تحفظ میں ہر ایک کی حصہ داری بتائی گئی ہے، یہ اصول کسی بھی ملک کے لئے بنیادی حیثیت رکھتے ہیں لیکن اس کے باجود ہندوستان میں آئین اور دستور کی سب سے زیادہ دھجیاں اڑائی گئیں، مسلمانوں، دلتوں، آدیواسیوں، کسانوں اور کمزور طبقات کے ساتھ دوسرے درجے کے شہری جیسا برتاؤ کیا جارہا ہے، انہیں انسانی حقوق سے محروم رکھا جارہا ہے، چند سالوں قبل اقوام متحدہ کے حقوق انسانی شعبہ نے ہندوستان میں اقلیتوں، دلتوں اور کمزور طبقات کے ساتھ ہونے والی عصبیت، تشدد اور مظالم پر سخت برہمی کا اظہار کرتے ہوئے اسے معاشی استحکام کا خطرہ بتایا تھا، (اور یہ حالیہ دنوں میں ثابت بھی ہونے لگا ہے کہ چالیس سال بعد ملک کے اندر ایسی

کساد بازاری دیکھنے کو آئی ہے)، اقوام متحدہ نے ان پر ہورہے مظالم کو روکنے کی اپیل بھی کی تھی، ملک کی آزادی کے فوراً بعد ایک منظم انداز میں ہندو اور مسلمان کے مابین فرقہ وارانہ فسادات کا جو لا متناہی سلسلہ شروع ہوا وہ آج بھی جاری ہے، اب تک کم وبیش سیکڑوں بڑے بڑے فرقہ وارانہ فسادات (Communal Riots) ہو چکے ہیں جس میں کم وبیش پچاس ہزار مسلمان شہید کر دئے گئے۔ ذیل میں اس کا مختصر تذکرہ ملاحظہ فرمائیں۔

1948ء میں مرادآباد میں ہندو مسلم فساد۔

1964ء میں کلکتہ میں فرقہ وارانہ فساد ہوا جس میں ایک سو سے زائد افراد مارے گئے۔

1969ء میں گجرات میں یہی فساد ہوا جس میں آفیشل رپورٹ کے مطابق چھ سو ساٹھ لوگ اور غیر آفیشل رپورٹ کے مطابق دو ہزار لوگ اپنی جان سے ہاتھ دھو بیٹھے تھے۔

1980ء میں ایک بار پھر مرادآباد میں ہندو مسلم فساد ہوا جس میں سرکاری رپورٹ کے مطابق چار سو جبکہ غیر سرکاری رپورٹ کے مطابق ڈھائی ہزار سے زیادہ لوگ ہلاک ہو گئے۔

1983ء آسام کے چودہ گاؤں میں فساد ہوا جس میں سرکاری رپورٹ کے مطابق دو ہزار سے زیادہ جبکہ غیر سرکاری رپورٹ کے مطابق دس ہزار سے زیادہ لوگ موت کی آغوش میں چلے گئے۔

1987ء میں میرٹھ کا ہاشم پورہ فساد ہوا جس میں تین سو پچاس لوگ ہلاک ہو گئے، اس میں پولیس نے بیالیس مسلم نوجوانوں کو زبردستی اپنی گاڑی میں بٹھایا اور شہر سے باہر لے جا کر ان کو گولیوں سے بھون دیا اور پھر ان کی لاشوں کو ایک تالاب میں پھینک دیا، اگلے دن جب لاشیں پانی کے اوپر تیرنا شروع ہوئیں تو لوگوں کو اس واقعہ کا علم ہوا۔

1985ء میں گجرات میں دوبارہ فساد ہوا جس میں دو سو پچھتر لوگ ہلاک ہوئے۔

1989ء میں بہار کا بھاگلپور فساد ہوا جس میں ایک ہزار لوگ ہلاک ہوئے اور اس میں تقریباً نو سو مسلم تھے۔

دسمبر 1992ء میں ممبئی میں فساد ہوا جس میں سات سو لوگ مارے گئے۔

1993ء میں پنگال، منی پور فساد ہوا۔

2002ء میں گجرات میں پھر فساد ہوا جس میں دو ہزار مسلمان قتل کر دئے گئے۔

2006ء میں مالیگاؤں بم بلاسٹ ہوا۔

2013ء میں مظفر نگر میں ہندو مسلم فساد ہوا جس میں تقریباً سو سے زائد لوگ ہلاک ہوئے اور ان میں اکثریت مسلم کی تھی۔

اس کے علاوہ ''مسلمانوں کو دہشت گرد قرار دیئے جانے کا مسئلہ، بے قصور مسلمانوں کی گرفتاری کا مسئلہ، گئو رکشا کے نام پر مسلمانوں کے قتل اور ان کو حراساں کئے جانے کا مسئلہ، ماب لنچنگ کا مسئلہ، طلاق ثلاثہ کا مسئلہ، بابری مسجد کا مسئلہ اور اب سی، اے، اے اور این، آر سی، کا مسئلہ، اس طرح کے مسائل کی ایک لمبی فہرست ہے۔

آخری و سب سے اہم مسئلہ یہ ہے کہ اس ملک کو ہندو راشٹر بنائے جانے کی پوری تیاری ہے۔ 2014ء اور اس کے بعد 2019ء میں دوبارہ بی جے پی کے اقتدار میں آنے کے بعد جو کچھ ہو رہا ہے اس سے سنگھ کا ایجنڈا اور نظریہ دنیا کے سامنے عیاں ہو چکا ہے۔ ان کا اولین مقصد حکومت کرنا، اقتدار سنبھالنا اور ملک کے سیاسی جمہوری نظام کو مضبوط کرنا نہیں بلکہ ان کی اصل دلچسپی اس کے ذریعہ آئین میں تبدیلی کر کے برہمنواد کے نظام کو تھوپنا ہے لیکن اس کے ساتھ ہی انہیں مسلسل یہ خدشہ لاحق ہے کہ یہ چودہ فی صد مسلمان کبھی بھی ہمارے اقتدار کے لئے خطرہ بن سکتے ہیں، ہماری پالیسی کی راہ میں رکاوٹ بن سکتے ہیں۔ اس لئے اولین فرصت میں مسلمانوں سے نمٹا جائے، سیاسی سطح پر انہیں کمزور کیا جائے، معاشی طور پر کنگال کر دیا جائے چنانچہ موجودہ حکومت اسی پالیسی پر گامزن ہے۔

ممکنہ حل:

آئیے اب ان مسائل کا ممکنہ حل تلاش کرنے کی کوشش کرتے ہیں جیسے ہم نے

ذیل میں ترتیب دینے کہ کوشش کی ہے۔ ملاحظہ فرمائیں۔

۱– سیاسی فورم! سیاسی وسماجی وقار کی بحالی اور مسلمانان ہند کی مشکلات کو ختم کرنے کے لئے مشترکہ طور پر ایک سیاسی فورم تشکیل دیا جائے جس میں تمام اقلیتوں، دلتوں، آدیواسیوں، اور کمزور طبقات کو بھی شامل کیا جائے۔

۲– میڈیا ہاؤس کا قیام! اپنی باتوں کو لوگوں تک پہنچانے، اپنی قوم کے اوپر ہور ہے اعتراضات کا مؤثر انداز میں جواب دینے اور اپنا دفاع بلکہ مثبت اقدام کے لئے میڈیا ہاؤس کا قیام وقت کی ناگزیر ضرورت ہے، اس کے ذریعہ ہندی اور انگلش کا ایک ایک معیاری اخبار نکالا جائے جو فرقہ واریت میں ڈوبے ہوئے مسلم مخالف پروپیگنڈوں کا جواب دینے کے اہل ہوسکیں۔

۳– جمعیت علمائے ہند، مسلم پرسنل لاء بورڈ یا جماعت اسلامی کے پلیٹ فارم سے ملک کے اندر کم از کم ایک سستے بڑے لاء کالج اور سول سروسز کی تیاری کے لئے سستے ادارے کا قیام کیا جائے اور سپر 30 یا رحمانی 30 کے طرز پر پورے ملک سے ہونہار غریب طلبہ کو سلیکٹ کر ان کی تعلیم وتربیت کی مکمل کفالت کی جائے۔

۴– برادران وطن کی ذہن سازی اور مسلمانوں کے تئیں ان کی غلط فہمی کو دور کرنے کے لئے ملک کے دینی اداروں جیسے دارالعلوم دیوبند، مظاہر علوم سہارنپور، ندوۃ العلماء لکھنؤ، جامعہ اشرفیہ مبارکپور، جامعہ سلفیہ بنارس اور جامعۃ الفلاح بلریا گنج سے ہندی زبان میں ماہانہ معیاری دینی رسالے جاری کئے جائیں اور وقتاً فوقتاً اسلامک لٹریچر تیار کر پورے ملک میں تقسیم کیا جائے۔

۵– آل انڈیا مسلم پرسنل لاء بورڈ مسلمانوں کا ایک متحدہ پلیٹ فارم ہے، اس کی آواز پر تمام مسلمان مسلکی اختلافات سے بالاتر ہو کر لبیک کہتے ہیں، اس لئے برادران وطن سے اتحاد پیدا کرنے کے لئے بورڈ ایک پانچ رکنی کمیٹی تشکیل دے اور اس کمیٹی کو یہ ذمہ داری سونپی جائے کہ وہ ہندوؤں کے چاروں شنکر آچاریہ سوامی نیسچالنندہ سرسوتھی، سوامی سوروپ انندہ سرسوتھی اور سوامی بھارتی کرشنا تیرتھا وغیرہ سے ملاقات کرے، ملک میں امن واتحاد برقرار رکھنے کے لئے ایک مشترکہ پروگرام پر سمجھوتہ کرے،

موجودہ حکومت کی غلط اور ملک مخالف پالیسیوں سے انہیں آگاہ کرے اور یہ باور کرانے کی کوشش کرے کہ اس طرح کی پالیسیاں ملک کے لئے خطرناک ہیں، دلتوں، آدی واسیوں اور چھوٹی ذات کے رہنماؤوں سے مل کران تک اسلام کی صحیح تعلیمات پہنچائیں، بین المذاہب ڈائلاگ پر توجہ دیں، ہمارا خیال ہے کہ آل انڈیا مسلم پرسنل لاء بورڈ کے پلیٹ فارم سے ملک میں قیام امن کے لئے یہ ایک مثبت اور تاریخی پہل ہوگی، دنیا بھر میں یہ پیغام بھی جائے گا کہ ہندوستان کے مسلمان امن وسلامتی کے لئے کل بھی پیش پیش تھے اور آج بھی وہ اس کے لئے مسلسل کوشاں ہیں۔

۶ــ کلمۂ طیبہ کی اساس پر اتحاد ملت کو فروغ دیا جائے۔

۷ــ مسلکی اختلاف میں دوسری جماعت کے بزرگوں کے بارے میں علمی وفکری مباحث کے درمیان ایسی باتیں نہ کہی جائیں جو ان کے معتقدین کے لئے دل آزاری کا سبب بنیں۔

۸ــ مسالک کے اختلاف کی گفتگو درسی اور علمی محفلوں تک محدود رکھی جائے اور عوام میں حتی الامکان ایسی گفتگو کو لانے سے اجتناب کیا جائے۔

۹ــ اس بات کا خیال رکھا جائے کہ مسلکی اختلافات مسلمانوں کے لئے کسی بھی اعتبار سے نقصان اور بے وزنی کا سبب نہ بنیں۔

۱۰ــ مسلمانوں کے مشترکہ مسائل کو بلاتفریق مسلک مشترکہ طور پر مرکزی وریاستی حکومتوں کے سامنے پیش کیا جائے۔

اگر ہم نے ایسا نہیں کیا اور ایک بار پھر چوک ہوگئی تو آنے والی نسلیں ہمیں کبھی معاف نہیں کریں گی۔ ان کا مستقبل مزید تاریک ہوگا اور ہندوستان کی تصویر مکمل طور پر بدل جائے گی کیوں کہ۔۔۔۔

تقدیر کے قاضی کا یہ فتویٰ ہے ازل سے
ہے جرم ضعیفی کی سزا مرگ مفاجات

موسم سرما۔۔۔فضائل واحکام

مفتی بشیر احمد سہارنپوری

معین مفتی دار الافتاء مظاہر علوم سہارنپور

رمضان المبارک کا مہینہ برکتوں اور رحمتوں کا مشہور مہینہ ہے، اس میں اعمال صالحہ کی قدر و قیمت بڑھا دی جاتی ہے، اس لئے اس کو نیکیوں کا "سیزن" کہا جاتا ہے، احادیث مبارکہ سے معلوم ہوتا ہے کہ موسم سرما بھی اللہ جل شانہ کو راضی کرنے اور نیکیاں حاصل کرنے کے لئے نہایت مناسب زمانہ ہے، اس موسم میں بلا کسی خاص مشقت کے اپنے اعمال نامہ میں نیکیوں کا ذخیرہ کیا جاسکتا ہے اور آخرت کے بلند درجات حاصل کئے جاسکتے ہیں۔

سردی کے موسم کے فضائل کے بارے میں وارد احادیث:

۱۔حضرت ابوسعید خدری ؓ سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: سردی کا موسم مومن کے لئے موسم بہار ہے، اس کا دن چھوٹا ہوتا ہے، جس میں (آسانی سے) روزہ رکھا جاسکتا ہے، اور اس کی رات طویل ہوتی ہے جس میں (نیند پوری کرنے کے بعد) قیام کیا جاسکتا ہے۔(سنن کبری للبیہقی :۸۴۵۶)۔

۲۔حضرت عبداللہ بن مسعود ؓ سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: دو شخصوں کو دیکھ کر اللہ تعالیٰ خوش ہوتا ہے: ایک وہ شخص جو سرد رات میں اپنے بستر اور لحاف سے اٹھ کر وضو کرتا ہے، پھر جب نماز کے لئے کھڑا ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ فرشتوں سے پوچھتا ہے: میرے بندے کو یہ تکلیف برداشت کرنے پر کس چیز نے ابھارا ہے؟ فرشتے جواب دیتے ہیں کہ: وہ آپ کی رحمت کا امیدوار ہے، اور آپ کے عذاب سے ڈرتا ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ: تم لوگ گواہ رہو، میں نے اس کی امیدیں پوری کردیں، اور جس چیز سے خوف کھارہا ہے اس سے امن دے دیا۔

دوسرا وہ شخص جو مجاہدین کی کسی جماعت میں ہو اور وہ یہ جانتا ہو کہ میدانِ جہاد سے بھاگنے میں کیا گناہ ملے گا، اور یہ بھی معلوم ہو کہ اس کو ڈٹ کر لڑنے میں اللہ کے یہاں کیا ملے گا! چنانچہ وہ قتال کرے اور شہید ہو جائے، تو اللہ تعالیٰ فرشتوں سے پوچھتا ہے: میرے بندے کو یہ تکلیف برداشت کرنے پر کس چیز نے ابھارا ہے؟ فرشتے جواب دیتے ہیں کہ: وہ آپ کی رحمت کا امیدوار اور آپ کے عذاب سے ڈرتا ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ: تم لوگ گواہ رہو، میں نے اس کی امیدیں پوری کر دیں، اور جس چیز سے خوف کھا رہا ہے اس سے امن دے دیا۔ (طبرانی کبیر: ۸۵۳۲)۔

۳- حضرت عمر فاروقؓ سے موسمِ سرما کے بارے میں منقول ہے کہ: سردی کا موسم عبادت گزاروں کے لئے غنیمت وانعام ہے۔ (حلیۃ الاولیاء: ۱/۵۱)

سردی کے وضوء و غسل کی فضیلت:

۱- حضرت علیؓ سے منقول ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: جو شخص سردی میں بھی اچھی طرح وضو کرتا ہے اس کو دوہرا اجر ملتا ہے۔ (طبرانی اوسط: ۵۳۶۶)۔

۲۔ حضرت حمران فرماتے ہیں کہ: ایک مرتبہ حضرت عثمان غنیؓ نے سردی کی ٹھنڈی رات میں وضو کا پانی منگوایا، میں ان کے لئے پانی لایا، انہوں نے اپنے چہرے اور ہاتھوں کو اچھی طرح دھویا، تو میں نے کہا: بس! اتنا کافی ہے، سردی شدید ہے، انہوں نے فرمایا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ: جو شخص اچھی طرح وضو کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے اگلے پچھلے سب گناہوں کو معاف کر دیتا ہے۔ (مسند بزار: ۲/۷۵)۔

۳۔ حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: کیا میں تم کو وہ اعمال نہ بتلاؤں جن سے گناہ معاف ہوتے ہیں، اور درجات بلند ہوتے ہیں؟ سبھی نے کہا: یارسول اللہ! ضرور بتلائیے، پھر حضورؐ نے تین اعمال بیان کئے: (۱) جی نہ چاہنے کے باوجود اچھی طرح وضو کرنا۔ (۲) بار بار مساجد میں جانا۔ (۳) ایک نماز کے بعد دوسری نماز کا منتظر رہنا۔ (مسلم: ۲۵۱)۔

۴۔حضرت ابوہریرہ رضی سے موقوفاً مروی ہے: تین چیزیں ایمان کی علامت ہیں:

(۱) سردی کی رات میں انسان کو بدخوابی ہوجائے اور وہ صرف اللہ کے لئے ہمت کرے اور غسل کرے۔(۲) گرمی کے دنوں میں صرف اللہ کے لئے روزہ رکھے۔

(۳) جنگل میں جہاں کوئی اور نہ ہو،صرف اللہ کے لئے نماز پڑھے۔(شعب الایمان : ۵۱)۔

سردی کے موسم میں غریبوں کا خیال رکھنے کی فضیلت:

سردی سے حفاظت کے لئے کپڑے وغیرہ بہت سے اسباب درکار ہوتے ہیں، جو ہر شخص کو میسر نہیں ہوتے، اس لئے سردی کا موسم غریبوں کے لئے وبالِ جان ہوتا ہے جس کا احساس فرشتوں کو بھی ہوتا ہے؛ چنانچہ ایک حدیث میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ: چونکہ فقراء مؤمنین پر سردی کا موسم گراں گزرتا ہے، اس لئے فرشتے سردی کے جانے سے خوش ہوتے ہیں۔(طبرانی کبیر: ۱۱۱۷۱)۔لہٰذا سردی کے موسم میں اپنے آس پاس رہنے والے غرباء کا خاص خیال رکھا جائے،اور ان کو حسب وسعت سردی سے بچاؤ کے اسباب مہیا کرانے کی سعی کی جائے۔

مشہور تابعی حضرت صفوان بن سلیمؒ کے بارے میں منقول ہے کہ:ایک رات وہ سردی کے موسم میں مسجد سے باہر نکلے،انہوں نے دیکھا کہ ایک شخص سردی سے کانپ رہا ہے،اور اس کے پاس سردی سے بچنے کے لئے کپڑے تک نہیں ہیں،انہوں اپنی قمیص اتار کر اس شخص کو پہنا دی،اسی رات ملک شام کے ایک شہر میں کسی نے خواب دیکھا کہ : صفوان بن سلیم صرف اس قمیص کے صدقہ کرنے کی وجہ سے جنت میں داخل کئے گئے،وہ شخص اسی وقت مدینہ منورہ کے لئے روانہ ہوا،اور مدینہ منورہ آکر حضرت صفوان بن سلیمؒ کا پتہ پوچھا،اور ان سے اپنا خواب بیان کیا(صفة الصفوة: ۱/۳۸۵)۔

سردی کی وجہ سے حاصل شدہ آسانیاں:

شریعت میں اس کا خاص خیال رکھا گیا ہے کہ شرعی احکام کی وجہ سے لوگ مشقت وحرج میں

مبتلا نہ ہوں، چنانچہ جن مواقع پر شرعی احکام کی پابندی کی وجہ سے لوگوں کو مشقت ہوسکتی ہے وہاں شریعت سہولت پیدا کردیتی ہے، موسمِ سرما میں بہت سے لوگوں کے لئے پانی کا استعمال نقصان دہ ہوتا ہے، اس لئے شریعت نے سردی کی وجہ سے وضوء وغسل کے احکام میں تخفیف کی ہے:

(الف) تیمم:

سردی میں وضوء وغسل میں مشقت ہو تو اس کی جگہ تیمم کیا جاسکتا ہے؛ لیکن یہ گنجایش صرف ان لوگوں کے لئے ہے جن کو وضوء یا غسل کی وجہ سے مریض ہوجانے، مرض کے بڑھ جانے یا مرض کے طویل ہوجانے کا قوی اندیشہ ہو، اور گرم پانی یا گرماہٹ حاصل کرنے کے اسباب بھی مہیا نہ ہوں۔ جن کو وضوء یا غسل سے ایسا خطرہ نہ ہو یا ان کے پاس گرم پانی یا گرماہٹ حاصل کرنے کے اسباب مہیا ہوں ان کو تیمم کی اجازت نہیں ہے۔

تیمم کے چند ضروری مسایل :

۱۔ تیمم کا طریقہ یہ ہے کہ: زمین یا اس جیسی چیزوں پر دو مرتبہ ہاتھ ماریں، پہلی مرتبہ ہاتھ مار کر ان کو چہرہ پر اچھی طرح پھیریں، اور دوسری مرتبہ ہاتھ مار کر ان کو دونوں ہاتھوں پر کہنیوں سمیت ہر طرف پھیریں، انگلیوں میں خلال بھی کریں اور انگوٹھی وغیرہ کے نیچے بھی ہاتھ پھیریں۔

۲۔ مٹی، ریت، سیمنٹ، چونا، پکی اینٹ، پتھر، سنگ مرمر، ٹائلس اور دیوار؛ ان سب چیزوں پر تیمم کرسکتے ہیں، البتہ جس دیوار پر پلاسٹک پینٹ ہو اس پر تیمم نہیں کرسکتے، الا یہ کہ اس پر گرد وغبار ہو، اسی طرح گرد وغبار سے آلودہ ہر چیز پر تیمم کیا جاسکتا ہے۔

۳۔ تیمم؛ وضو کی طرح نماز کا وقت شروع ہونے سے پہلے بھی کرسکتے ہیں۔

(ب) چمڑے کے موزوں پر مسح:

سردی کے موسم میں چمڑے کے موزے پہنے جاتے ہیں، وضوء میں ان کو اتار کر پاؤں دھونے کے بجائے ان پر مسح کرلینے کی اجازت ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کا ثبوت ہے

، دیگر چیزوں کے بنے ہوئے موزوں میں بھی اگر چمڑے کے موزوں کی خصوصیات موجود ہوں تو ان پر بھی مسح کی گنجائش ہے، چمڑے کے موزوں کی خصوصیات یہ ہیں: (۱) مسح کرنے کی صورت میں اندر پیر پر پانی کا اثر نہ پہنچے۔ (۲) پنڈلی پر لاسٹک کے بغیر رکے رہیں۔ (۳) کچی سڑک پر پانچ چھ کلومیٹر تک چلنے کے باوجود نہ پھٹیں ----- مروجہ سوتی یا نائلون کے موزوں میں یہ خصوصیات نہیں ہوتیں، اس لئے ان پر مسح کی اجازت نہیں ہے۔

چمڑے کے موزوں پر مسح سے متعلق چند ضروری مسائل:

(۱) چمڑے کے موزے وضوء کے بعد پہنیں، اس کے بغیر ان پر مسح کی اجازت نہیں۔

(۲) ان پر مسح کا مسنون طریقہ یہ ہے کہ: ہاتھ کی پانچوں انگلیاں پیر کی انگلیوں پر پَٹ رکھ کر پنڈلی تک کھینچیں، البتہ اگر پیر کے اوپر صرف تین انگلیاں بھی پَٹ رکھ دی جائیں تو بھی مسح کا فریضہ ادا ہوجائے گا۔

(۳) مسح پیر کے اوپر کے حصہ پر ہوگا، نیچے کے حصہ پر مسح نہ مسنون ہے، اور نہ اس سے فریضہ ادا ہوگا۔

(۴) جو خف کسی جگہ سے پیر کی چھوٹی تین انگلیوں کی بقدار پھٹا ہوا ہو، اسی طرح جس موز ہ میں چھوٹے چھوٹے سوراخ ہوں او ران کی مجموعی پھٹن مذکورہ مقدار کے برابر ہوجائے تو ایسے موزوں پر مسح کی اجازت نہیں۔

(۵) مسح کی مدت شروع ہونے کے بعد پیر سے اگر موزہ اتر جائے تو اگر وضو ہو، تو صرف پیر دھو کر موزہ دوبارہ پہن لینا کافی ہوگا، اور اگر بے وضوء ہو تو دوبارو وضو کرکے پہننا ضروری ہوگا، اس صورت میں اگر بغیر وضوء کے پہن لیا ہے تو بعد میں اس پر مسح جائز نہیں ہوگا۔

(۶) اپنے شہر یا گاؤں میں مقیم شخص ۲۴ر گھنٹہ تک، اور اپنے شہر یا گاؤں سے باہر گیا ہوا شخص (یعنی مسافرِ شرعی) ۷۲ر گھنٹہ تک مسح کرسکتا ہے، اور یہ ۲۴ یا ۷۲ گھنٹہ کی مدت موزہ پہننے کے بعد جب وضوء ٹوٹے، اس وقت سے شروع ہوگی۔

سردی کے موسم میں قابل توجہ مسائل:

۱–سردی میں اعضاء خشک رہتے ہیں؛جس کی وجہ سے بسااوقات پانی لگنے کے باوجود اعضاء ترنہیں ہوتے،اس لئے سردی میں اعضاء کواچھی طرح مَل کر دھویا جائے ،ورنہ وضووغسل نہیں ہوگا۔(شامی ۱/ ۸۸)۔

۲–ایڑیاں وغیرہ اگر پھٹ رہی ہوں اوران میں مرہم لگا ہوا ہوتب بھی وضوء ہوجاتا ہے۔(مراقی الفلاح:ص :۳۵)۔

۳– چادراوڑھ کرنماز پڑھنے کی صورت میں ہاتھ باہر نکال کرتکبیر تحریمہ کہی جائے۔ (کنزالدقائق:ص:۲۳)۔

۴–نماز پڑھتے ہوئے چادر یارومال وغیرہ سے منہ بند نہ کیا جائے؛حدیث میں اس سےمنع کیا گیا ہے۔(ابوداؤد:۶۴۳۔ابن ماجہ :۹۶۶)۔

۵۔پیشانی کھول کر سجدہ کیا جائے ،اگرٹوپے یا پگڑی وغیرہ سے پیشانی ڈھکی ہوئی ہے،تواس حال میں سجدہ مکروہ ہے،اوراگرٹوپا یادستار پیشانی سے اوپر ہواوروہی ٹوپا یادستار زمین پر ٹکے،پیشانی زمین پر نہ ٹکے تونماز نہیں ہوگی۔(البحرالرائق : ۱/۳۳۷)۔

۶۔چادر یارومال کے دونوں کنارے مونڈھوں یاسر پرلٹکا کرنماز پڑھنا مکروہ ہے، اسی طرح کوٹ وچسٹر وغیرہ کی آستینوں سے ہاتھ نکال کراندر کرلینااورآستینیں لٹکا کرنماز پڑھنا بھی مکروہ ہے؛حدیث میں اس کی ممانعت آئی ہے۔(ترمذی :۳۷۸۔ابوداؤد ۶۴۳ :)۔

۷۔اگرفوم کے گدے پرنماز پڑھی جائے تووہ آدھ انچ سے زائد موٹا نہ ہو،اسی طرح روئی کا گدا بھی اتنا موٹا نہ ہو کہ وہ دبتا ہی رہے،ورنہ سجدہ نہیں ہوگا۔

۸۔مساجد وغیرہ میں گرم پانی کے لئے جائز طریقہ سے بجلی استعمال کی جائے ،چوری کی بجلی سے گرم کئے ہوئے پانی سے اگرچہ فقہی روسے وضوء ونماز ہوجائے گی؛مگرچوری کا گناہ بھی ہوگا،اورمسجد میں چوری کا گناہ اورجگہوں سے زیادہ ہے۔

مسلمانانِ ہند کرو یا مرو کی حالت میں

سی، اے، بی اور این، آر، سی کے تناظر میں

فضیل احمد ناصری

استاذ معہد انور، دیوبند

آج کل سی اے بی (CAB) اور سی اے اے (CAA) کے خلاف زبردست مظاہرے جاری ہیں، ملک ہی میں نہیں، بلکہ بیرونِ ملک میں بھی، ہر روشن دماغ اور محبِ وطن ہندوستانی بے چین ہے اور مظاہرے کے ذریعے شدت سے اس کا اظہار کر رہا ہے، سی اے بی: ''سٹیزن امینڈ منٹ بل'' کا مخفف ہے اور سی اے اے: ''سٹیزن امینڈ منٹ ایکٹ'' کا مختصر، دونوں ایک ہی معنیٰ کی دو مختلف تعبیرات ہیں، سی اے بی کو بہت سے افراد کیب بھی کہتے ہیں، اسی کو اردو میں شہریت ترمیمی قانون بھی کہا جاتا ہے، دونوں ایوانوں سے منظوری اور صدر جمہوریہ کے دستخط سے پہلے یہی بل سی اے بی تھا، ان مراحل سے گزرنے کے بعد یہی سی اے بی اب سی اے اے ہو چکا ہے، یہ حکومتِ ہند کا نیا تیار کردہ قانون ہے، جو ۱۱ دسمبر ۲۰۱۹ء کو دونوں ایوانوں سے منظور ہوا اور پھر صدر جمہوریہ کے بلا تاخیر دستخط کے بعد باقاعدہ قانونی شکل بھی اختیار کر گیا۔

اس بل کا منشا یہ ہے کہ افغانستان، بنگلہ دیش اور پاکستان سے آ کر جو بھی غیر مسلم ۲۰۱۴ء سے پہلے سے یہاں پناہ گزیں ہوا، حکومت اسے شہریت دے گی، اس قانون کی رو سے ان ممالک سے آئے ہوئے ہندو، جین، بدھ، سکھ، عیسائی اور ہر وہ شخص ہندوستانی شہریت پا سکے گا، جس کا کلمۂ طیبہ سے کسی بھی طرح کا تعلق نہیں، اس کا سادہ اور واضح مطلب یہ کہ اس قانون کی زد میں وہ سارے لوگ آئیں گے جن کا اسلام سے کسی بھی طرح کا کوئی رابطہ ہے، عربی فارسی ناموں والے بھی اس بل کے شکار بنیں گے، چناں چہ فقط مسلمان ہی نہیں، قادیانی، مہدوی، شکیلی، شیعہ

پر بھی اس قانون کا ہتھوڑا چلے گا، یہ خالص متعصّبانہ بل ہے اور ہندوستانی روح کے قطعی مغائر۔

سی اے بی یا سی اے اے کی ضرورت کیوں پیش آئی؟

اب یہاں ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ اس سیاہ قانون کی آخر ضرورت ہی کیوں پیش آئی؟ تو اس کا جواب سیدھا سا ہے: آسام این آر سی کی ناکامی کو چھپانا۔

اپنی فطرت کے مطابق بھاجپا ہمیشہ یہ الزام عائد کرتی رہی ہے کہ بنگلہ دیشی سرحد سے اتصال کے باعث آسام میں گھس پیٹھیوں کی تعداد پناہ گزیں ہے، انہیں اس کی سزا دی جانی چاہیے، اسی مقصد کے پیشِ نظر این آر سی کا عمل جاری کیا گیا، اعلامیے کے مطابق وہ سارے آسامی ہندوستانی شہری ہوں گے جو ۲۴/مارچ ۱۹۷۱ء سے پہلے سے آسام میں رہائش پذیر ہیں، مگر جب قومی رجسٹر میں اندراج یہ عمل صوبہ آسام میں ۲۰۱۵ء میں شروع ہوا اور کئی مرحلوں میں اختتام کو پہونچا، رجسٹر کی آخری فہرست بھی جب برآمد ہوگئی تو پتہ چلا کہ اس ریاست میں غیر ہندوستانی مقیمین کی تعداد ۱۹/لاکھ کو پہونچ رہی ہے، ان میں سے ۱۲/لاکھ تو صرف ہندو ہی نکلے، جب کہ مسلمانوں کی تعداد ۷/لاکھ سے آگے نہ بڑھ سکی۔

مضحکہ خیز بات یہ کہ ہندوستان کے سابق صدر جمہوریہ فخرالدین علی احمد کی اولاد بھی اپنی شہریت ثابت نہ کرسکی، کئی سابق فوجی بھی غیر ہندوستانی قرار پائے، اس فہرست نے ان لوگوں کو چونکا کر رکھ دیا جو یہ کہا کرتے تھے کہ یہاں مسلم گھس پیٹھی بڑی تعداد میں ہیں، وہ لوگ بوکھلا کر چارہ جوئی کرنے لگے، انہوں نے سوچا کہ اس طرح تو مسلمان سے زیادہ غیر مسلمین ہی زد میں آئیں گے، اس لیے سی اے بی کا جن (بھوت) تخلیق کیا گیا اور وہ عمل جو صرف آسام ہی کے لیے جاری کیا گیا تھا، اب پورے ہندوستان میں اس کے نفاذ کی باتیں کی جانے لگیں۔

سی اے بی یا سی اے اے کیا ہے؟

این آر سی اور سی اے بی میں چولی دامن اور گھر دروازے کا تعلق ہے، سی اے بی لایا ہی اس لیے گیا ہے تاکہ غیر مسلموں پر کوئی آنچ نہ آنے پائے اور وہ این آر سی کے مراحل سے

بآسانی گزر جائیں، جب کہ نامکمل کاغذات والے یا دستاویز سے محروم مسلمانوں کے پاس ڈٹینشن سینٹر کے سوا اور کوئی راستہ نہیں ہوگا۔

این آرسی کا مطلب ہے قومی شہری رجسٹر، ہندوستان میں قیام پذیر سارے ہی اقوام سے کاغذات مانگے جائیں گے،غیر مسلموں سے صرف دستاویز، خواہ وہ نئی ہو یا پرانی، مگر مسلمانوں سے درج ذیل دستاویزات ضرور طلب کیے جائیں گے:

زمین کی ملکیت کے کاغذات، پیدائش کا سرٹیفکیٹ، گورنمنٹ اسکول سرٹیفکیٹ، بینک اکاؤنٹ، ملازمت کے کاغذات، شادی کے سرٹیفکیٹ، پرانی ووٹر لسٹ وغیرہ۔

این آرسی سے پیش آنے والے نقصانات

ملک کو سی اے بی اور این آرسی سے جو نقصانات ہوں گے ان کا اندازہ لگانا بھی قطعی مشکل ہے، آسام کے تین کروڑ تیس لاکھ افراد کی این آرسی میں ہی دو ہزار کروڑ روپے صرف ہوئے تھے، پورے ملک میں این آرسی اگر نافذ ہوئی تو ایک ارب تیس کروڑ افراد کے پیچھے معاشی تنگی سے پریشان ملک پھر اس طرح گرے گا کہ اٹھنا محال ہو جائے گا۔

رہے مسلمانوں کے خصوصی نقصانات، تو ان کے تصور سے ہی روح کانپ اٹھتی ہے، سب سے بڑا نقصان یہ ہوگا کہ خدانخواستہ بے شمار افراد ایمان سے ہاتھ دھو بیٹھیں گے، وہ جب دیکھیں گے کہ مطلوبہ کاغذات ان کے ہاتھوں میں نہیں ہیں تو سی اے اے میں شمولیت کے لیے خود کو غیر مسلم ظاہر کریں گے، اس طرح ارتداد کی بھیانک وبا ملک بھر میں پھیل پڑے گی، جن اصحابِ عزیمت کو اپنے ایمان کی پڑی ہوگی انہیں ڈٹینشن سینٹر جانا پڑے گا، یہ ڈٹینشن سینٹر کیا بلا ہے! ایک جیل ہے، جی ہاں! جیل: مشکلات اور عقوبتوں سے بھرپور، جانوروں سی زندگی ہوگی، کسمپرسی کا عالم ہوگا، ہر شخص موت کا تمنائی ہوگا، اسے نہ تو ووٹ کا حق حاصل ہوگا، نہ کسی طرح کی شہری مراعات، اس کی ساری جائیداد حکومت ضبط کر لے گی، حج عمرہ کے دروازے اس پر بند ہو جائیں گے، سفر پر مکمل پابندی لگ جائے گی، انسانی حقوق کا کوئی حبہ بھی اس کے تصرف میں نہ ہوگا،

غرض یہ ڈٹینشن جیل ٹینشن سے بھرپور اور تناؤ سے معمور ہوگی۔

سی اے اے سیاہ قانون ہے، اس کے نقصانات دوررس اور بڑے تباہ کن ہیں، اس کا براہِ راست اثر اگرچہ مسلمانوں پر ہی پڑے گا، مگر دوسری غیر مسلم اقوام بھی اس سے اچھوتی نہیں رہیں گی، آگے چل کر سکھوں کو ہدف بنایا جائے گا، پھر ان کے بعد عیسائیوں کو، پھر دلتوں کو، باری باری ان آفات سے سبھی گزریں گے، اگر کوئی غیر مسلم یہ سمجھتا ہے کہ صرف مسلمان ہی اس کے شکار ہوں گے تو وہ ہوشیار ہوجائیں، ملک کو ہندو راشٹر بنانے کے لیے یہ لوگ ساری حدوں سے گزریں گے، اس لیے براہِ کرم اس قانون کی سنگینی کو سمجھیں، موت تو ڈٹینشن سینٹر میں بھی آئے گی، کیوں نہ احتجاج کرتے کرتے ہی عزت کی موت مرجائیں!!

اس قانون کی انہیں ہمت کیسے ہوئی؟

بھاجپائی حکومت آتے ہی اسلام پر حملے لگاتار شروع ہوگئے، سب سے پہلے ہجومی تشدد آیا، مسلمان سڑکوں اور چوراہوں پر غیر محفوظ ہوگئے، ان کی جانیں گاجر مولی کی طرح ضائع کی جاتی رہیں، یہ کارروائی عوامی سطح پر چلی، مسلمان خاموش رہے، اس کا سلسلہ رکا تو حکومت نے مسئلۂ طلاق کو اپنے نشانے پر لیا، لوک سبھا میں کامیابی اور راجیہ سبھا میں شکست کے بعد آرڈی نینس لایا گیا، مسلمان یہاں بھی خاموش ہی رہے، کشمیر کی دفعہ 370 ختم کردی گئی، جس کے نتیجے میں کشمیریوں کا جینا عذاب بن گیا، ایمان والے پھر بھی مہر بلب رہے، حوصلہ بڑھا تو بابری مسجد کا نامعقول فیصلہ بھی آیا اور ساری ناقابلِ شکست دلائل کے باوجود مسجد ہمارے ہاتھوں سے جاتی رہی، مسلمان اس پر بھی بیدار نہ ہوئے، جب لگاتار یہ سارے امور انجام پارہے ہوں اور مسلمان بے حس وحرکت پڑے ہوں تو دشمنانِ اسلام کے بڑھتے قدم کیوں پیچھے ہٹیں گے، نتیجہ یہ کہ جب انہوں نے اچھی طرح تول لیا کہ اسلام کی نام لیوا یہ جماعت جھاگ بن چکی ہے اور اس میں روح نام کی چیز نہیں تو سب سے آخری کام یعنی اس کا صفایا کرنے کا بندوبست بھی کرلیا۔

اس پورے عرصے میں ہماری حالت فارمی مرغوں جیسی رہی، جو کسی بھی موقعے پر آواز

نہیں نکالتے، ان کی حلق سے کوئی صدا اسی وقت نکلتی ہے جب ان پر چھریاں پھیری جا رہی ہوں، اب جب کہ ہمارے ہاتھ پاؤں اچھی طرح بندھ چکے ہیں اور این آر سی نامی چھری ہمارے گلے کے قریب ہے تو چیخ رہے ہیں، مسلم قوم کی نینداور ایسی بے ہوشی کی!!!

آج اگر اس محاذ پر اہلِ ایمان نے زورِ بازو اور شجاعت وسرفروشی سے کام نہیں لیا تو ان کا نام ونشان اس ملک کے صفحات سے مٹا دیا جائے گا، مقامِ شکر ہے کہ اہلِ اسلام کا ایک بڑا طبقہ خوابِ غفلت سے بیدار ہو چکا ہے، یہ احتجاجات جواب پورے ملک میں ہو رہے ہیں، مسلمانوں کی اسی بیداری کی مثال ہیں، احتجاج کی یہ چنگاری طلبۂ دیوبند سے شروع ہوئی، پھر جامعہ ملیہ دہلی میں اس نے شعلے کی شکل اپنا لی، یہی شعلہ جب مسلم یونیورسٹی علی گڑھ پہونچا تو اس نے آتش فشاں کا روپ دھار لیا، اب یہ جنگل کی آگ بن کر کشمیر سے کنیا کماری تک پھیل چکا ہے، پورا ملک سراپا احتجاج ہے اور سی اے بی و این آر سی کے خلاف سیسہ پلائی دیوار۔

دیگر سیاسی جماعتیں بھی برسرِ پیکار ہیں، حکومت نے ہر ممکن کوشش کہ اسے ہندو بنام مسلم کا مسئلہ بنا کر مسلمانوں کو تنہا کر دے، مگر وہ اس مہم میں ابھی تک ناکام ہے، بھاجپا کی چال سے پریشان ساری جماعتیں دل جمعی کے ساتھ سی اے بی اینڈ کمپنی کے خلاف پوری قوت سے نبرد آزما ہیں، پولیس کی لاٹھیاں اور ڈنڈے کھا رہی ہیں، مگر ٹس سے مس نہیں ہو رہیں، اگر چہ ملک بھر میں ۲۰ سے زائد مظاہرین کی جانیں جا چکیں، سیکڑوں زخمی ہیں، ہزاروں پر مقدمے بھی درج ہو چکے، مگر مظاہروں کی یہ آگ مزید شدت پکڑ رہی ہے، خوش قسمتی سے یہ مسئلہ قومی سے گزر کر اب بین الاقوامی بھی ہو چکا، چناں چہ مظاہرے صرف خاکِ ہند تک ہی محدود نہیں، عالمی سطح پر جاری ہیں، امید یہی ہے کہ یہ سلسلہ گزرتے وقت کے ساتھ بڑھتا جائے گا، تا آں کہ یہ سیاہ بل اپنے بل میں نہ گھس جائے، اور قائدین دیر سے جاگے۔

اس قضیے کا سب سے افسوس ناک پہلو یہ رہا کہ بل آیا تو مسلم قائدین یہ کہہ کر خاموش ہو گئے کہ اس قانون کو سپریم کورٹ میں چیلنج کیا جائے گا، یعنی وہی افیون زدہ فکر وخیال، وہی فرسودہ اور گھسی پٹی باتیں، بڑے بڑے حلقوں اور لمبے چوڑے القاب وخطابات والی شخصیات مصلحت کے لحاف اوڑھ کر

سوگئیں، اکابرِ امت کی یہ مصلحت بردار بزدلی جوانوں کو سمجھ میں آ گئی اور عین ایسے وقت، جب انہیں لگا کہ بڑے بڑے مہرے حجرہ نشیں ہو چکے ہیں اور ان کے جوش پر اوس پڑ چکی ہے، نوجوان اپنے پنجوں پر کھڑے ہوئے اور انقلاب کا بگل پھونک دیا، اس انقلابی اقدام نے انہیں نقصان بھی کافی پہونچایا، مگر وہ اپنی حکمت وشانِ مومنانہ سے ایسے تاریخی موڑ پر لے آئے کہ لوگ جاگ گئے، ہندوستان جاگ گیا، اکابر بھی حامی بن گئے، کاش کہ امت کے بڑے، نوجوانوں سے پہلے اٹھتے تو ان کے جبہ ودستار داغ دھبوں سے پاک رہتے، اس احتجاج کی تاریخ جب بھی لکھی جائے گی، قائدین کی تقدیس کا ضرور مذاق اڑایا جائے گا، خدا کرے کہ ایسی بزدلی اگلی نسل کبھی نہ دیکھے۔

تضاد سے بھرپور صفائی

احتجاج اور لگاتار مظاہروں کے بعد وزیرِ اعظم نریندر مودی اب وضاحت دیتے پھر رہے ہیں کہ این آرسی کا ''ہَوّا'' اپوزیشن کا کھڑا کیا ہوا ہے، حکومت کا اس سے کوئی لینا دینا نہیں، جب کہ امت شاہ پارلیمنٹ میں صاف صاف کہہ چکے ہیں کہ سی اے بی اور این آرسی آسام کے بعد پورے ملک کے لیے ہوگی، بہار کے وزیرِ اعلیٰ نتیش کمار دونوں ایوانوں میں بل کی حمایت میں کودے اور جب دیکھا کہ پورا بہار ان کے خلاف جا چکا ہے تو اب کہہ رہے ہیں کہ این آرسی بہار میں نہیں آئے گی، یہ محض ابلہہ فریبی ہے، نتیش کمار ہوں یا کسی بھی صوبے کا کوئی وزیرِ اعلیٰ، اس کے دعوے سے کچھ نہیں ہوتا، ان کی حکومت آج ہے، کل نہیں رہے گی، لازماً پھر وہی ہوگا جو شدت پسند چاہ رہے ہیں، اس لیے احتجاج جاری رہنا چاہیے، پوری طاقت اور مکمل امن کے ساتھ۔

یہ مظاہرے امن کے ساتھ دیر تک جاری رہے تو رات کی زبردست تاریکی ضرور چاک ہوگی اور طلوعِ صبح کی نوید جلد ہی سنائی دے گی۔

تعارف وتبصرہ

از: ڈاکٹر سید ندرت حسین
محلہ قاضی، سہارنپور

نام کتاب	صہبائے عارفؔ (مجموعۂ کلام)
مؤلف	مولانا فضل حق عارفؔ خیرآبادی
صفحات	۲۲۴ قیمت /۲۵۰ روپئے
ناشر	مکتبہ ضیاء الکتب، خیرآباد، مئو (یوپی)
	9235327576

چند برس قبل حضرت مولانا فضل حق عارفؔ خیرآبادی کے سہارنپور سفر کے دوران ان کے صاحبزادے برادرم مولانا عبداللہ خالد صاحب ازراہ کرم انھیں ساتھ لے کر غریب خانہ پر تشریف لائے، مختصری ملاقات رہی، لیکن میں حضرت مولانا کی سادگی، عاجزی، انکساری، برجستگی، زندہ دلی اور بے تکلفی سے بہت متأثر ہوا اور معاً سرورؔ بارہ بنکوی کا یہ شعر یاد آیا ؎

جن سے مل کر زندگی سے عشق ہوجائے، وہ لوگ
آپ نے شاید نہ دیکھے ہوں، مگر ایسے بھی ہیں

برادرم عبداللہ خالد کبھی کبھی موصوف کا کوئی شعر یا نعتیہ کلام سنادیتے تھے جس میں عشقِ نبوی کی مہک خوب خوب محسوس ہوتی تھی، اِدھر مدیر محترم عبداللہ خالد صاحب نے ''صہبائے عارفؔ'' کے نام سے شائع ہونے والا موصوف کا مجموعۂ کلام مجھ بے بصیرت کو تبصرہ کے لئے عنایت فرمایا تو محسوس ہوا کہ کلام میں جو سوز وگداز، وارفتگی، سلاست اور آمد نظر آتی ہے وہ عشقِ حقیقی کا پاکیزہ عکس ہے، ان کے اشعار سوزِ دروں کی آنچ سے ڈھل کر نکلے ہیں، نعت گوئی کی بال

سے زیادہ باریک اور تلوار کی دھار سے زیادہ تیز صنفِ سخن (جس میں خالق ومخلوق کی حدود بارہا پامال ہوجاتی ہیں) میں بہت محتاط مگر معیاری طبع آزمائی کرکے وہ پاکیزہ عطرِ مجموعہ پیش کیا گیا ہے جس کی خوشبو سے دنیا دیر تک مہکتی رہے گی۔ان شاء اللہ

نعتیہ کلام کی علاوہ اس مجموعہ کلام ''صہبائے عارف'' میں قلبی واردات کو مختلف مناسبتوں سے موزوں کیا گیا ہے،مثال کے طور پر اکابر و بزرگان دین کی آمد پر ان کے ''استقبالیے''،مسافران حرم کو مبارکبادیاں اور اپنی نارسائی کے تأثرات ''حجاج کرام سے''، اکابر وہم عصروں کے سانحہ ہائے ارتحال پر ''مرثیے''،مختلف مدارس اور دینی درسگاہوں کے ترانے،اسی طرح مختلف قومی وملی مناسبتوں سے ''قومی وملی نظمیں'' اس مجموعۂ کلام میں شامل ہیں،مرتب مجموعہ نے تمام منظومات کا شانِ ورود مختصر الفاظ میں لکھ کر اس مجموعہ کو ایک تاریخی حیثیت دے دی ہے۔

اللہ تعالی حضرتِ محترم کو صحت وعافیت کے ساتھ بابرکت زندگی عطا فرمائے تاکہ ایسے مزید شاہکار وجود میں آسکیں۔

قابلِ قدر ہیں وہ تمام حضرات جو اس مشک کو نافہ سے باہر لانے میں معاون ہوئے،اللہ تعالی سب کو جزائے خیر نصیب فرمائے　کہ دیدہ زیب سرِ ورق (ٹائیٹل)،عمدہ کاغذ،اور بظاہر غلطیوں سے پاک کتابت/کمپوزنگ،اس اشاعت کی خصوصیت ہے　ع

ہم نے خوشبو کے بند کھول دیئے
اب ہواؤں کی ذمہ داری ہے

فتاوی

انتخاب و ترتیب : عبداللہ خالد قاسمی خیرآبادی

مسبوق شخص اپنی بقیہ نماز کے لیے کب اٹھے؟

سوال... کیا فرماتے مفتیان کرام اس مسئلے کے بارے میں کہ مسبوق شخص اپنی قضا شدہ نماز کے لیے کب اٹھے گا، یعنی کہ امام کے ایک طرف سلام پھیرنے کے بعد یا دونوں طرف سلام پھیرنے کے بعد؟

جواب... مسبوق شخص اپنی بقیہ نماز مکمل کرنے کے لیے اس وقت اٹھے جب اس کو یقین ہو کہ امام پر سجدہ سہو لازم نہیں اور عام طور پر دوسرا سلام پھیرنے سے یقین حاصل ہوجاتا ہے، لہٰذا دوسری طرف سلام پھیرتے ہی اسے کھڑے ہوکر اپنی نماز مکمل کرلینی چاہیے۔

جیٹھ یا دیور

سوال... کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں؟ ایک مشترکہ گھر ہے جس میں چند بھائی رہتے ہیں، بعض بھائیوں کی شادیاں ابھی تک نہیں ہوئی ہیں، اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ عورت کے لیے اپنے دیور کے ساتھ کتنی حد تک بات کرنے کی گنجائش ہے؟ ان کے ساتھ ڈاکٹر کے پاس یا والدین کے گھر جانا کیسا ہے؟

جواب... حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اجنبی عورتوں کے نزدیک جانے سے اجتناب کرو، جب کہ وہ تنہائی میں ہوں، ایک شخص نے یہ سن کر عرض کیا کہ یا رسول اللہ! جیٹھ اور دیور کے بارے میں آپ کا کیا حکم ہے؟ کہ ان کے لیے بھی یہی ممانعت ہے، آپ نے فرمایا: ''جیٹھ اور دیور'' تو موت ہیں۔

''جیٹھ اور دیور'' کے موت ہونے کا مطلب یہ ہے کہ جس طرح موت انسان کی ظاہری اور دنیوی زندگی کو ہلاک کر دیتی ہے اسی طرح جیٹھ اور دیور کا تنہائی میں غیر محرم عورت (بھابھی) کے پاس جانا اس کی دینی اور اخلاقی زندگی کو ہلاکت وتباہی کے راستہ پر ڈال سکتا ہے، کیونکہ کہ ان کے ساتھ تنہائی میں بیٹھنا اور بے تکلفانہ گفتگو کرنا جائز نہیں ہے اور بھابی کو ان سے پردہ کرنے کا حکم ہے (از مظاہر حق)

مندرجہ بالا حدیث مبارک سے معلوم ہوا کہ جیٹھ اور دیور بھی دوسرے غیر محرم کی طرح اجنبی ہیں، جیسے اجنبی کے ساتھ ضرورت کی حد تک سخت لہجہ میں بات کرنے کی گنجائش ہے ایسے ہی جیٹھ اور دیور سے بھی ضرورت کے وقت بقدر ضرورت بات کرنا درست ہے، البتہ ضرورت سے زیادہ بات چیت کرنا، ان کے ساتھ کمرے میں تنہا بیٹھنا کسی طرح بھی جائز نہیں ہے، اس سے احتیاط کرنا ضروری ہے، نیز عورت کے لیے اپنے دیور یا جیٹھ کے ساتھ سفر کرنا بھی جائز نہیں ہے۔

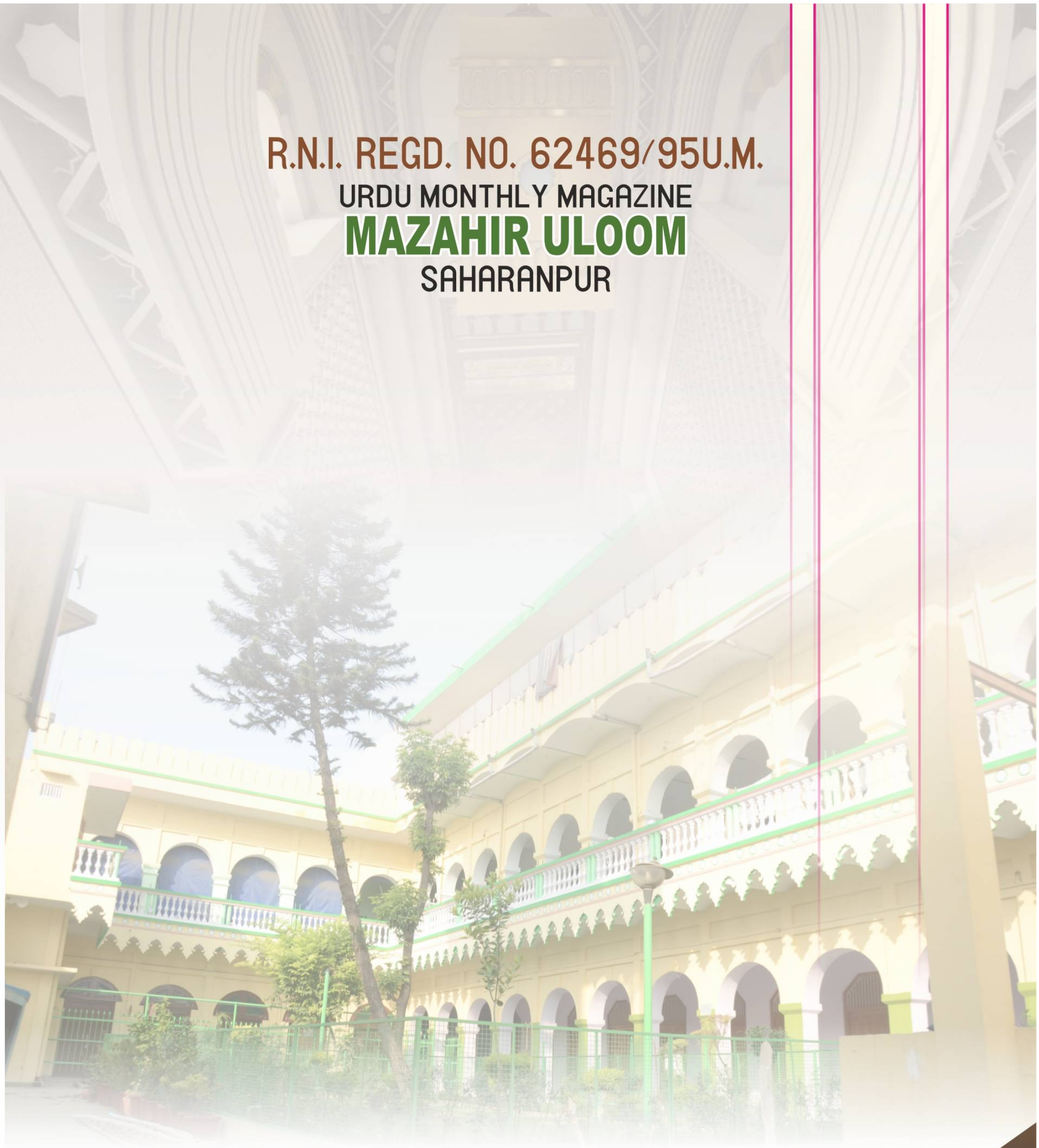
شرعی پردہ نہ ہونے کی صورت میں دعوت قبول کرنے کا حکم

سوال... کیا فرماتے ہیں مفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر کوئی عزیز ورشتہ دار آپ کو اور آپ کے اہل خانہ کو شادی بیاہ وغیرہ پر دعوت پیش کرے، اور آپ کو یہ معلوم ہو کہ اس گھر میں شرعی پردے کا بالکل اہتمام نہیں ہے، تو پھر مذکورہ شخص کو کیا کرنا چاہیے؟ دعوت قبول کرنی چاہیے یا نہیں؟

جواب... واضح رہے کہ کھانے کی مجلس میں اگر بے پردگی کا ماحول ہے اور اجنبی مرد وزن کا اختلاط ہے تو ایسی دعوت میں شریک ہونا جائز نہیں، اور اگر کھانے کی دعوت میں بے پردگی کا ماحول نہیں کہ مردوں کے لیے الگ اور عورتوں کے لیے الگ انتظام ہو (اگرچہ گھر میں عمومی ماحول بے پردگی کا ہو) تو ایسی دعوت میں شرکت کرنا درست ہے۔

R.N.I. REGD. NO. 62469/95U.M.
URDU MONTHLY MAGAZINE

MAZAHIR ULOOM
SAHARANPUR



MADRASA MAZAHIR ULOOM
SAHARANPUR-247001 (U.P.) INDIA, PH. 0132-2655542
E-Mail: jamiamazahir@gmail.com

Rs. 15/-